



# اصلاح

مہرے ماہ رجب المرجب ۱۳۵۱ ہجری جلد ۳۵

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	مختصر اصلاح	۱	تین روپیہ دو آنہ زیادہ دیاتین ترقی
۲	جناب ع - ح	۲	مناظرہ سہارن پور
۲۱	سید محمد باقر کجھڑی طالب العلم	۳	ہمیشہ رہنے والی شیرینی
۲۲	"	۴	اسو یہ اور جناب عقیل
۲۲	"	۵	ایک قاضی کا عجیب فیصلہ
۲۳	احقر علی حیدر مخی عنہ مدید	۶	قبول جی
۲۴	جناب سیاح پوش ماس فیضی لکھنوال	۷	اجار عم وغیرہ
۲۴	جناب شہزادہ مرزا احمد سلطان جھڑی	۸	قابل توجہ علماء شیعہ
۲۵	مدیر اصلاح	۹	ایسٹ سنیاں فیض آباد کا جواب
۳۱	میر طیبی انیسوار حسین جٹا جٹا پٹنہ	۱۰	تقریظ
۸۸۱	"	۱۱	ابن سبا کا پتہ
۲۶۸۵	"	۱۲	محاسن خاتون

کرموا (صوبہ بہار)

چند روزہ علم و فضل و کرم  
پیش کیا گیا ہے

تہذیب و تمدن  
پیش کیا گیا ہے

حجاج بیت اللہ مکہ مکرمہ

پیر (انڈیا) کے سربراہان اور اہل علم و فضلہ نے اس کی خدمت میں طلبہ پر جناب مرحوم خود مفت بھیج دیا کرتے تھے۔  
 ملائکہ (الاجازین) ہر سال مسافرین حج کی خدمت میں طلبہ پر جناب مرحوم خود مفت بھیج دیا کرتے تھے۔  
 میان کے دروازہ اور جناب لوی سید احمد حسین صاحب سے (جو اپنے پیچھے مرحوم کا کلمہ پیر  
 امام جمہور و جامعہ تھے) صرف ایک لاکھ تک بھیج کر مفت طلب فرمائیے۔ اور جن حضرات کو

لوایح الاحزان جلد اول طباعت پنجم کی ضرورت ہو چو جامع اور مشروح حالات ولادت و وفات اور دیگر حالات زندگی چہارہ معصومین علیہم السلام پر یہ کتاب بھی مولانا صاحب کو کچھ قیمت سے مل سکتی ہے۔ علاوہ محصول ڈاک وغیرہ یہ لکھنا چاہیے۔

تہ اخص ہندوؤں کا مخصوص شمسید (الف) عالی جناب ستر میر قاسم علی شاہ صاحب

نقوی مستم دارالکتب الحامیہ لاہور نے اپنے چہرہ کے علاوہ اس سال پانچ روپیہ صلح کی اعانت میں مرحمت فرمائی۔ (ب) اور حسبِ قیل و حدردان اصلاح ایچاندہ اصلاح پانچ روپیہ مرحمت فرمایا (۱) عالی جلد فتح محمد معترف صاحب شریف دیوبند صاحب (۲) عالیجناب سید محمد صاحب بنیر کریم علیہ (۳) عالیجناب جمال الدین بھائی صاحب سیرت افریقہ۔

(۴) عالی جناب کاکم حسین ضا تحصیلدار پیشزدلی (۵) عالیجناب انبهار سید احمد حسن صاحب  
چفت سکر ٹری بنارس (۶) عالیجناب میر ضامن علی صاحب جتم کروڑ گری حیدر آباد دکن (۷) عالی  
جناب سید نواز حسین خان صاحب کنگڑا (۸) عالی جناب سید ہادی حسین محمد شیٹ لوار  
غزالمکھادر حیدر آباد دکن (۹) عالی جناب سید عیاض حسین صاحب شیٹ لوار کیری حیدر آباد دکن

(ج) اور حبیبیل حضرت نے اس سال اپنا جندہ العلاج چار روپیہ مرحمت فرمایا (۱) جناب کی صاحبزادہ محبت علیہ السلام (۲) جناب سید عابد علی صاحب زمین الدار آباد۔

(۱) حبیب الرحمن نے مسافر حضرت کے نام لکھنے پر اس شخص نے دیکر اصلاح جاری کر دی (۱) علیہ السلام  
مشق: شیخ فقیر حسین صاحب کتب الشریعہ نے حضرت شیخ عبدالحکیم صاحب تفسیر جہتوں صلیع دھرم کے  
نام (۲) علیہ السلام سے اللطاف میں عرفتے صاحب کتب الشریعہ کے نام لکھنے پر حضرت صاحب کتب الشریعہ  
مقام حبیب صلیع مینا زلی کے نام۔ اس نے ہمدردی پر بل حضرت کے اخیر قلم سے شکر۔  
اور کیا جانتا ہے کہ خدا عزوجل کو جو اپنے اوروں کے ذریعہ دینی میں مدد دلائے۔

تین روپیہ زیادہ یا تین روپیہ کم

جن ہمدردان اصلاح نے نہ بکری کا  
بھی تاک نہیں عنایت فرمایا اس سے ۱۰ ل  
ہے کہ تین روپیہ دو آن زیادہ ہے یا تین روپیہ چھ آنہ اگر تین روپیہ چھ آنہ زیادہ ہو گا  
چیز ایک طرح تین روپیہ دو آن میں ملے اور وہی چیز دوسری طرح تین روپیہ چھ آن میں ملے  
تو آپ اسکو کس طرح لینا پسند فرمائیں گے؟ کوئی دی بی بیٹ لیزو بشری کے جا نہیں سکتا اور  
رہ بشری کی ممبران سر ہو گئی ہے اور پوسٹ کارڈ کی قیمت نہ اس طرح اگر رسالہ اصلاح ایک  
پاس سال رہاں کا حینہ وصول کرنے کو دی بی بیٹ لیزو یا اسے تو پہلے کا جائیگا (سے حینہ اصلاح  
سہ فرس جٹری اور (اطلاع کارڈ کی قیمت) یہ ٹراکی نہ آتا ہے اور زرد زرد رسالہ دوی بی  
آکیو دیکھا جس سے ایک پہ خرچ ہو جائیگا۔ اسکے بڑا لاف اگر آپ ایسا حینہ بذریعہ عنایت  
عنایت فرمائیں تو آپ کا صرف خرچ ہو گا جن سفارشات کا حینہ اس ممبر کے پہنچنے کے  
بعد بھی نہیں آئیگا دس روپیہ لکھ کر کے ان کے پاس ان ہی حینہ سے وصول ہوئی اس  
بذریعہ دی بی بیٹ سے روانہ کیا گئی کہ حینہ اصلاح سندھ آجائے۔

گزشتہ ممبر صرف ایک صفحہ کا شائع ہوا تھا بقیہ ۱۴ صفحوں کو ۷۷ روپیہ میں پور کر سکا۔ وہ ہم نے  
کیا تھا اسوجہ سے کہ بجائے ۷۷ صفحوں کے ۱۴ صفحوں کا شائع کیا اور ان ۱۴ صفحوں میں ۱۴ صفحوں کا  
گزشتہ کمی کو پورا کر دیا جائیگا۔ اگر اس سال ملک کی عام اقتصادی وقت کا دور اصلاح پر بھی بہت  
سخت اثر ہے اور جب تک ہمدردان اصلاح اسکی طرف خاص توجہ نہیں کریں گے رسالہ سب بھلا  
دشوار ہو اس صرف یہ فرمائش ہو کہ دو دو حدیہ خریدار محنت فرما کر گزشتہ گزشتہ گزشتہ گزشتہ گزشتہ  
بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمائیں۔ دی بی بیٹ طلب کریں یا جس قانون یا شاہ و اندر نصف زیادہ ہو گا  
قوی الحیہ میں انشا و اند تمام ہو جائیگی اور قوی امید ہو کہ محمد کی زبانی مجلس میں طرحی جائیگی۔  
ہمدردان اصلاح اگر اس کتاب کے شائع شدہ اوراق پر بھی کبھی غور توں کو دکھائیں تو  
قوی امید ہے کہ وہ بھی کثرت سے اس رسالہ کی خریدار ہو جائیں۔ جو بہنیں اصلاح کی پہلے  
سے خریدار ہیں ان سے بھی التماس ہے کہ دوسری بہنوں کو بھی اس کتاب کی خبر کر کے  
اسکی خریداری پر آمادہ کریں تاکہ گزشتہ ہمدردان محاسن میں یہ کتاب بڑھی جائے۔

## مناظرہ سہارن پور

(ربط کے لئے اصلاح کا گزشتہ نمبر ملاحظہ ہو)

اہل سنت کے ہاں شراب سے وضو نہیں بہت افسوس ہے کہ حضرات اہل سنت بے وجہ شخصوں کو چھیڑ کر اپنے مذہب کا پردہ فاش کراتے ہیں۔ استیخانہ کے متعلق علماء دیوبند و سہارن پور کے اعتراض کا جواب دینے ہم نے گزشتہ نمبر میں صبح کیا۔ ابنا معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے بھی چند مسائل کا ذکر کر دیا جائے۔ ان کے بہت بڑے امام کہتے ہیں ان کا استیخانہ نہیں بغیر من لینی وضو یا نماز کسی چیز کے لئے بھی استیخانہ نہیں ہے (رد المحتار جلد اول ص ۶) اور ملاحظہ ہو جواز الوضوء بماء بنیذا لہتم یعنی کھجور کی تازی (شراب) سے وضو کرنا جائز ہے (رد المحتار جلد اول ص ۶) اور جناب مولوی وحید الزماں خان صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں ”البتہ حنفیہ کے نزدیک بنیذ سے وضو درست ہے۔“ (انوار اللغۃ پارہ ۲۵ ص ۶) اور فرقہ حنفیہ کے مایہ ناز علامہ جناب مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں ”ہمارے ناظرین جنہوں نے ناموں کو کبھی فقہ وحدیث کا تذکرہ کرتے دیکھا ہے۔ کبھی اہل کمال کے ساتھ اسکی عالمانہ بحثیں سنی ہیں۔ نہایت تعجب سے دیکھیں گے کہ بزم عیش میں وہ زندانہ وضع ہو رہے ہیں۔ بے تکلف اور رنگین طبع احباب جمع ہیں۔ بری سیکرنا نہ نینوں کا چھڑ ہے۔ دور شراب چل رہا ہے۔ ساز چھیڑا جا رہا ہے۔ گل اندام کیسے نہیں غمہ سر رہا ہے۔“

یاران با صفا برست ہوتے جاتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں نہایت سختی کے ساتھ مامون وغیرہ کی بادہ نوشی سے انکار کیا ہے۔ لیکن تاریخی سند کوئی پیش نہ کر سکے۔ صرف حسن ظن پر تقریر کو طول دیا ہے۔ تاہم بنیہ کا پینا تسلیم کرتے ہیں۔ ابن خلدون کے قول کے تسلیم کرنے والے مجاہد ہیں کہ ہماری کتاب میں مامون کی نسبت جہاں شراب کا ذکر آئے وہاں بجائے شراب کے بنیہ پڑھیں۔

آغا زخلافیت میں بیس چھینے تک مامون نغمہ و سرود سے بالکل متحرک رہا۔ چند روزوں کے بعد شوق پیدا ہوا مگر اتنا ہی کہ احتیاط کے ساتھ کبھی کبھی سن لیتا تھا۔ یہ حالت بھی چار برس تک قائم رہی پھر تو ایسی جاٹ پڑ گئی کہ ایک دن ان معتوبوں کے بغیر بسر نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اگر انصاف سے دیکھئے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ آزادی جو صلہ مندی۔ لطافت طبع۔ جوش شباب۔ ہمیشہ زہر کی حکومت سے باغی رہتے آئے ہیں۔ مامون کی تخصیص نہیں۔ اُس وقت اسلامی سوسائٹیاں عموماً اس رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کو اس عہد میں۔ امن۔ فروغ الطینان۔ زرو مال۔ سب کچھ میسر تھا۔ پھر کیا چیز تھی جو ان کو زندگی کے ہر خط مقاصد سے روک سکتی۔ ایک ہی البتہ در انداز ہو سکتا تھا لیکن جدت پسند طبیعتیں اسکو بھی کھینچ تان کر اپنے دھبے کا بنالیتی تھیں شراب کی جگہ بنیہ (مخمر کی تاڑی) موجود تھی جبکہ عموماً عراق کے مذہبی پیشواؤں سے حلت کی سند چلی تھی۔

(امامون ص ۲۲) اس عبارت سے صرف یہ دکھانا ہے کہ شمس العلماء مولوی شبلی صاحب بھی بنیہ کو شراب ہی کہتے اور سمجھتے ہیں۔ اور بعض متعصب علماء اہلسنت کی خاطر سے وہ اس میں کچھ ترمیم پر راضی بھی ہوتے ہیں تو مخمر کی تاڑی کہتے ہیں۔ صورتوں میں یہ نتیجہ نکلا کہ اہلسنت کے ہاں شراب یا مخمر کی تاڑی سے وضو کرنا درست اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہے۔ سبحان اللہ کیسا خوبصورت مذہب ہے اور کس قدر پاکیزہ شریعت ہے۔ کیا اسی کی تبلیغ کو حضرت رسول خدا ﷺ نے کیا ہے؟ یہی مولوی شبلی صاحب نے سری کتاب میں لکھتے ہیں، امام ابو حنیفہ کا مذہب بنیہ تفر

بشرطیکہ مسکرنہ ہو وضو جائز ہے۔ امام بخاری اسکے خلاف ترجمۃ الباب باندھتے ہیں۔ اور حدیث نقل کرتے ہیں کہ کل ما اسکو حلّم (یعنی جو چیز نشہ پیدا کرے وہ حرام) (کتاب سیرۃ النعمان ص ۲۶) اس عبارت میں ”بشرطیکہ مسکرنہ ہو“ عجیب غریب ہے۔ کون سی شراب ایسی ہو جو نشہ نہ پیدا کرے؟ جب الامون میں مولوی صاحب سکوتیم کر چکے کہ بنید شراب ہی ہوتی تھی تو اب کہنا کہ ”بشرطیکہ مسکرنہ ہو“ گویا یہ کہنا ہے کہ شراب بشرطیکہ مسکر (نشہ پیدا کرنے والی) نہ ہو۔ حضرات اہلسنت کا مذہب بھی عجیب تماشا گاہ عالم ہے۔ ایک طرف تو وہ حکم ہے کہ بنید سے وضو صحیح ہے دوسری طرف صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے لا یجوز ان یسوء بالبنیۃ یعنی بنید سے وضو جائز نہیں ہے (صحیح بخاری پارہ اول ص ۱۷)

پھر آپ کے امام تحریر فرماتے ہیں ”لو اکتحل کجکل یجسک لیجب غسلہ یعنی اگر کوئی شخص کجکل بنیڑ سے اپنی آنکھ میں سرمہ لگائے ہو تو وضو میں منہ دھونے وقت اس کا وضو نا ضروری نہیں ہے“ (رد المحتار مطبوعہ مصر جلد اول ص ۹۹ سطر ۱۱) پھر تحریر فرماتے ہیں قال: لا یوسی فی اسرارہ و کشیر من مشایخنا یظنون ان الامون من الوضوء یتأدّی من عینینۃ یعنی علامہ بوسی نے اپنی کتاب اسرار میں تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے مذہب کے بہت سے علماء اور اماموں نے کہا ہے کہ وضو بغیر نیت کے بھی ہو جاتا ہے (رد المحتار جلد اول ص ۱۷ سطر ۱) لیجئے بغیر نیت کا وضو بھی درست ہو گیا۔ اور علمائے اہلسنت کا یہ مذہب بھی ہے کہ اگر آدمی کا پاؤں خانہ یا پیشاب یا اور کوئی نجی شراب غویانی میں گر جائے اور پانی کا رنگ ہو اور مزہ نہ بدلے تو وہ پانی ایکل در پاک کرنے والا ہو گا چنانچہ صحیح بخاری میں ہے لا باس بالماء ما لم یغیر طعمہ اور یہ ادون یعنی پانی کا مزہ یا بو یا رنگ جب تک بدلے اس وقت تک اسکے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (صحیح بخاری پارہ اول ص ۱۷) اسکی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں یمز منہ ان من بال فی ابریق ولہم لیسیر للماء وصفانہ یجوز لہ التلمیذ یعنی اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو شخص کسی لوٹے میں

جس میں پانی ہو پیشاب کے جس سے اس لوٹے کر پانی کا درنگ لے نہ ہونہ مرزا اس سے  
 طہارۃ کر سکتے ہیں۔ (فتح الباری مطبوعہ دہلی پارہ ۱ ص ۱۸۱) صرف یہی بات نہیں لکھ  
 آئی بلکہ یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ اس پیشاب لے پانی کو پی سکتے ہیں۔ اس سے  
 کھانا پکا کر کھا سکتے ہیں۔ اس کو مسجد میں ڈال سکتے ہیں۔ اس سے وضو بنا سکتے ہیں  
 اور یعنی تحریر فرماتے ہیں "عن ابن شہاب انه قال ما یصیبہ من الاذی حتی  
 لا یغیر ذلک طعمہ ولا لونہ ولا ریحہ فلا بأس ان یتوضا بہ یعنی جو پانی  
 میں نجاست پڑ جائے یا لگ جائے اس کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے تو اس سے وضو کرنے میں  
 کوئی مضائقہ نہیں ہے" (عمدة القاری شرح بخاری مطبوعہ استنبول جلد ۱ ص ۹۲۳)  
 قال رسول اللہ ص ان الماء لا یخسہ شیء الا ما غلب علیہ طعمہ و لونہ  
 یعنی حضرت نے فرمایا کہ پانی نجس تو تا ہی نہیں ہے جب تک اسکی بو اور مزہ اور رنگ  
 پر وہ نجاست غالب آجائے (عمدة القاری جلد ۱ ص ۹۲۳) پھر لکھتے ہیں لا بأس  
 ای لاجہ فی استعمال ماء مطلقا ما لم یغیر طعمہ و لونه و بوہ یعنی جب تک  
 (زیادہ یا کم) پانی کا مزہ یا بو یا رنگ نجس پڑنے سے بدل جائے اس وقت تک اس کے  
 استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ وقال الکرمانی لا بأس ای لا یخس  
 الماء لو صول النجس الیہ قلیلا او کثیرا بل لا بد من تغیر احد الاوصاف الثلاثة  
 فی تجسہ یعنی علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں نجاست پڑنے  
 یا لگنے سے وہ نجس نہیں ہو سکتا جب تک اس کا مزہ یا رنگ یا بو اس نجاست سے نہ بدلے  
 اسکیں سے بھی ترقی ملاحظہ ہو کہ پانی کم ہو یا زیادہ اس کا رنگ بو مزہ بدلے یا نہ بدلے  
 کبھی نجس ہو تا ہی نہیں ہے۔ یہی علامہ عینی لکھتے ہیں حدیث ابن عباس رضی اللہ  
 عنہما الماء لا یخسہ شیء یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ پانی کو کوئی نجاست  
 نجس کر ہی نہیں سکتی۔ والہاکذا اختلفوا فیہ فقالوا الظاہر یتلوا لا یخس  
 یعنی ٹھہرے ہوئے پانی (جو بہتانا سو جیسے گھڑے۔ بوتل۔ لوٹے۔ پیالے کے  
 پانی نہیں) لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ ظاہری محدثین نے کہا کہ وہ کبھی بھی نجس



نہیں ہوتا (عمدة القاری جلد ۱ ص ۹۲۲)

اور جناب شیخ عبدالحق صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں ”مذہبِ اصحابِ طواہر اس است  
کہ آبِ پلید نمی گردد بہ هیچ چیز و بہ هیچ حال۔ خواہ رواں باشد یا استادہ۔ کم  
باشد یا بسیار باشد۔ و خواہ تغیر یا بدرنگ ہوے مضرہ سے یا نیا بد۔ یعنی اصحابِ طواہر  
(یعنی ان محدثین اہلسنت کا جو ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں) مذہب ہے کہ پانی  
کسی چیز سے اذ کر کی حالت میں بھی نجس نہیں ہوتا۔ ہے خواہ وہ پانی جاری ہو یا زکاو  
کم ہو یا زیادہ۔ خواہ اسلی بورنگ اور نہ بدل گیا ہو یا نہ ہو“ (ترجمہ مشکوٰۃ ضعیف  
نسخہ طبعی) اب بڑی آسانی ہو گئی لوٹے کے پانی کسی نے پیشاب کر دیا ہو یا  
کسی بچہ کا یا نجانہ کسی جگہ پانی میں پڑ گیا ہو اس پانی کو بے تکلف پیئیں گے۔ کھانا  
پکا پیئیں گے۔ اُس سے وضو کر نیچے نماز پڑھیں گے۔ سب درست ہے۔ اسی  
طرح کسی بوڑھے کے پانی میں شراب پڑ گئی ہو۔ یا کتے نے پیشاب کر دیا ہو۔ یا کتے سُوڑ  
نے اُس میں پانچانہ پھیر دیا ہو اُن سب کو حضراتِ اہلسنت پی سکتے ہیں۔ اُس  
سے کھانا پکا سکتے ہیں۔ اُس سے وضو کر سکتے ہیں اور اُس سے نماز پڑھ سکتے  
ہیں۔ بلکہ اس اصول کے مطابق تو اب نتیجہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ بیتِ اخلا میں  
یہ حضرات جو پانی اپنا پیشاب یا پانچانہ دھوئے وقت گراتے ہیں اس کو بھی ٹھاک  
پی سکتے۔ اُس سے کھانا پکا کر کھا سکتے۔ اُس سے وضو کر سکتے۔ اُس سے  
غسل فرما سکتے۔ اُس سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ واہ کیا خوشبودار مذہب ہے!

آدر ملاحظہ ہو۔ عند مالک روایۃ انه ان یصلی التیمیم صحت صلوٰتہ و  
قال ابو حنیفہ ہو مستحب لیس بواجب فی روایۃ عن مالک قال ابو  
خان صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰتہ یعنی امام الکلا مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص  
پیشاب یا نجانہ کے بعد بغیر استنجاء کے سنان بوجھ کر بھی نماز پڑھے تو اسکی نماز صحیح ہو۔  
اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ استنجاء کرنا ضروری نہیں ہے۔ صرف مستحب ہے۔ اور  
یہی روایت ہے امام مالک صاحب بھی اور امام ابو حنیفہ صاحب بھی فرماتے ہیں

کہ اگر کوئی شخص استنجائے نماز پڑھے تو اسکی نماز صحیح ہے (کتاب حتمہ للامامہ اختصاراً)

(ص ۷) - ومن اصابه من النجاسة المغلظة كالدم والبول والغائط والحمى مقارن الدھم وما دونه جازت الصلوة معه یعنی اگر کسی شخص کے بدن یا کپڑے میں ایک درہم برابر نجاست غلیظہ جیسے آدمی یا کتے یا سور کا پیشاب یا پانچ آنہ لگ جائے یا شراب لگے تو اس سے نماز صحیح ہے (کتاب فقہ نافع ص ۷)

اجمع الاممۃ علی نجاسة النجس الا ما حکى عن داود انه قال بطهارتها اسکا خلاصہ یہ ہے کہ بعض علماء قائل ہیں کہ شراب بھی پاک ہے (رحمۃ اللامۃ ص ۱۰) اور علامہ ابن حجر نے منیٰ کو بھی پاک لکھا ہے جس پر تفصیلی تقریر بیان کی گئی ہے (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۶۷) - ان حضرات کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ استنجائی المتوضیٰ ہی علی وجہ السنۃ بان امری انتقص والا لا یعنی اگر یا وضو آدمی سنت کے قاعدہ پر استنجاء کرے گا تو اس کا وضو ٹوٹ جائیگا ورنہ نہیران المراء (وجہ السنۃ) ہوا داخل الا صبیح فی الدبر یعنی سنت کے قاعدے پر استنجاء کرنے کا مطلب ہے کہ استنجاء کرنے میں انگلی دبر کے اندر داخل کرے (رد المحتار جلد اول ص ۷)

پیشاب اور خون سے قرآن کا لکھنا [حضرت ابونت کی بڑی معتبر کتاب میں یہ مسئلہ بھی لکھا ہے اور عرف فکتب الفاتحہ بالدم علی جہتہ والفقہ جاز لا متشفاء والبول الفی ان علم فیہ شفاء لا باس بہ یعنی اگر کسی کی ناک سے خون بہے (نکحیر بھوٹ جائے) تو شفاء حاصل کرنے کے لئے جائز ہے کہ اسکی پیشانی اور ناک پر خون سے سورہ فاتحہ لکھا جائے - اور اگر معلوم ہو کہ سورہ فاتحہ لکھنے سے شفاء ہوگی تو پیشاب سے بھی سورہ فاتحہ کا لکھنا جائز ہے (رد المحتار جلد اول ص ۱۶۷) سبحان اللہ کی قدر یا کیرہ مسائل ہیں اور کتنا عقل کے مطابق نذر الہیہ ہے کہ کوئی ان عقائدوں سے دریافت کرتا کہ کیوں بھائی - اگر سورہ فاتحہ لکھنے سے شفاء کی امید ہو تو قرآن نے کیا تصور کیا ہے جس سے وہ خون اور پیشاب ایسی نفس جیزوں سے لکھا جائے گا - کیا جس شخص کی نکحیر بھوٹ گئی ہو اسکی پیشانی اور ناک پر روشنائی سے

سورہ فاتحہ نہیں لکھ سکتے؟ کیا اسپرانی سے نہیں لکھ سکتے؟ کیا زعفران سے نہیں لکھ سکتے؟ کیا دودھ سے نہیں لکھ سکتے؟ محاصل غرض تو یہ ہے کہ کس طرح قرآن مجید کی توحید اور ذلت ہو کس طرح وہ بجز کیا جائے۔ کس طرح اسپرانیہ غصہ مارا جائے ہندیا یہ جیلہ تراشا گیا کر شفا حاصل کرنے کے لئے پیشانی پر خون اور پیشاب سے قرآن مجید کا لکھنا جائز ہے۔ اس عبارت سے یہ بھی نکلا کہ جس چیز کے خون سے جاہیں سورہ فاتحہ لکھ سکتے ہیں۔ آدمی کا ہو یا بلی کا۔ یا چوہے کا یا چھو ندر کا یا کتے کا یا سور کا یا بے جائز ہے۔ اسی طرح پیشاب بھی انسان کا ہو یا کتے کا یا سور کا جسے قرآن کا لکھنا جائز ہے!!!

کیا شیعوں کے ہاں علماء دیوبند و سہارنپوریوں پر یا فرائضیوں پر کتے ہیں۔ نماز میں قیام نہ کرنا شرعی ہے؟ اور ہر نماز میں قبلہ بھی شرط نہیں ہے جیسا کہ ان کے امام علیؑ نے ارشاد میں لکھا ہے۔ معاذ اللہ یہ حضرات جھوٹ بولنے میں کس قدر دلیر ہیں اور سفید کو سیاہ لکھنے سیاہ کو سفید بتانے۔ آسمان کو زمین کہنے۔ دن کو رات بنانے اور آفتاب پر خاک ڈالنے میں کتنی مشق ہم پہنچائی ہے۔ دنیا بھر میں کوئی سنی صفا بھی اس بات پر قادر نہیں کہ کتاب ارشاد میں یہ عبارت نکال دیں کہ قبلہ پر اعتراض کیا گیا تو بعد کو جو رسالہ ظہار حقیقت شائع کیا گیا اس میں علماء دیوبند و سہارنپور لکھتے ہیں ”شیخ جلی ارشاد الاذان میں لکھتے ہیں کہ لا یستحب استقبال القبلة فی النوافل یعنی قبلہ کی طرف منکرنا مستحب ہے۔ فرض و واجبات میں۔ یا بالفاظ دیگر نماز نفل کے لئے قبلہ شرط نہیں ہے اگر انحراف قبلہ سے آپ کے ہاں نماز باطل ہو جاتی ہے تو استجابت کیا مطلب؟ (اظہار حقیقت ص ۷)۔ انہوں نے اب علماء دیوبند و سہارنپور کے علم و فہم کی یہ حالت پہنچ گئی پھر تو کارطفاں تمام خواہ شد۔ اے حضرات آپ کو شرط اور وجوب کا فرق بھی نہیں معلوم ہے۔ کیا جو چیز واجب نہیں ہوگی وہ شرط بھی نہیں ہوگی۔ اچھا فرمائیے کہ سنی نمازوں (نوافل) کے لئے وضو کرنا کیا واجب ہے؟ کیا کوئی سنی صاحب اسکے قائل ہیں کہ نوافل کے لئے وضو واجب ہے؟ اے حضرت جب نوافل ہی واجب نہیں ہیں تو ان کے لئے وضو کی وجہ ہوگا؟ پھر آپ کہیں گے کہ نوافل کے لئے وضو واجب

نہیں بلکہ مستحب ہے۔ ٹوکیا مستحب ہونے سے دمنور نماز کی شریعت خارج ہو جائیگا  
 ذرہ تو سمجھ کر باتیں کیا تھیں کہ کتاب ارشاد میں یہ کہاں لکھا ہے کہ نوافل کے لئے  
 قبلہ شرط نہیں ہے؟ اگر یہ لکھنا ہوتا تو عبارت یوں ہوتی کہ لا یشترط استقبال القبلة  
 فی النوافل کہ نوافل نمازوں میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں ہے۔ مگر ارشاد میں یہ  
 عبارت نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ یشترط استقبال القبلة یعنی نوافل نمازوں میں قبلہ  
 کی طرف منہ کرنا بھی مستحب ہے۔ اس لئے کہ وہ نماز میں خود مستحب ہیں۔ واجب نہیں ہیں  
 تو جس طرح ان مستحب نمازوں کا فعل (وضو کرنا۔ سورہ پڑھنا۔ رکوع کرنا۔ سجدہ کرنا۔  
 تشہد پڑھنا) مستحب ہے اور واجب نہیں ہیں اسی طرح قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی واجب نہیں  
 مگر اس کی یہ طلب نہیں کہ یہ کام جو مکہ مستحبی کاموں میں واجب نہیں ہیں تو مستحبی نمازوں  
 کی صحت کے لئے شرط بھی نہیں ہیں۔ شرط ضرور ہیں کیونکہ بغیر وضو کے کوئی مستحبی  
 نماز بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ بغیر سورہ پڑھے کوئی مستحبی نماز بھی درست نہیں ہو سکتی۔  
 بغیر سورہ پڑھے کوئی مستحبی نماز بھی درست نہیں ہو سکتی۔ بغیر رکوع۔ سجدہ کے اور  
 بغیر تشہد پڑھے کوئی مستحبی نماز بھی ہدی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح بغیر قبلہ کی طرف منہ  
 کئے کوئی مستحبی نماز بھی صحیح نہیں ہو سکتی ہے۔ یعنی مستحبی نمازوں کے لئے قبلہ کی  
 طرف منہ کرنا واجب نہیں ہے۔ لیکن اسکی صحت کے لئے شرط ہے۔ یہی حکم ہر مذہب  
 کی کتابوں میں تفصیل سے موجود ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو الا استقبال یشترط  
 فی صلوۃ النافلہ یعنی مستحبی نمازوں میں قبلہ منہ کرنا اسکی صحت کے لئے شرط  
 ہے کہ بغیر اسکے وہ نماز صحیح ہی نہیں ہو سکتی ہے (العودة الوافی مطبوعہ بخت الشرف  
 ۱۶۹) یہ کتاب بھی مذہب شیعہ کے ایک بڑے مجتہد کی ہے۔

**حضرات اہل سنت کا قبلہ کے مسائل** | اہل علم و دین دوسرا چرچا ہے ہاں کے

مسائل قبلہ بھی ملاحظہ فرمائیں استقبال القبلة دھو شہادتیں یعنی قبلہ کی  
 طرف منہ کرنا ایک زائد شرط ہے (در مختار جلد ۱ ص ۲۹۹) اس کے متعلق حاشیہ  
 میں یہ عبارت ہے الماد انہ قد یسقط بلا ضرورة یعنی شرط زائد

مطلوب ہے کہ یہ شرط بغیر کسی ضرورت کے بھی ساقط ہو جاتی ہے (روایت جلد ۱)۔  
 اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات اہلسنت کے ہاں نماز کے لئے قبلہ ٹرخ ہونا شرط تو ہے مگر شرط  
 زائد جس کا نتیجہ یہ کہ کبھی یہ شرط ساقط بھی ہو جاتی ہے۔ یعنی بغیر قبلہ کی طرف ٹرخ کے  
 بھی نماز صحیح ہو جائیگی۔ یعنی حضرات مبارکباد! آپ نے یہ دھوکھا دینا چاہا کہ شرط  
 کے ہاں قبلہ ٹرخ ہونا سبھی نمازوں میں شرط نہیں ہے جس کا غلط ہونا ظاہر کر دیا گیا۔  
 مگر آپ کی کتاب بخصان صاف بتا یا کہ آپ کے ہاں اجماعی نمازوں میں بھی قبلہ ٹرخ ہونا  
 شرط نہیں ہے۔ آپ صبح کی نماز پورب طرف پڑھ سکتے ہیں کیونکہ قبلہ کی شرط نہ ائمہ  
 فضول ہے۔ آپ ظہر کی نماز آٹرخ کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ قبلہ شرط  
 زائد ہے جو کبھی ساقط ہو جاتا ہے۔ آپ عصر کی نماز دھکن ٹرخ کھڑے ہو کر پڑھ سکتے  
 ہیں۔ اسی طرح مغرب و عشا کی نماز بھی قبلہ سے منحرف ہو کر جدھر چاہیں پڑھ لیں آپ کا  
 مذہب سب کو صحیح کہہ دیتا ہے۔ سچ ہے جس نے رسول کو چھوڑا وہ قبلہ کیوں چھوڑے۔  
 بیت الخلاء کی روٹی علماء دیوبند و بہار پور یہ اعتراض بھی فرماتے ہیں ”اللاس  
 جماعت کے ہاں کوئی یا ٹخانہ بھری ہوئی روٹی صاف کر کے کھائے تو اس پر رحمت خدا  
 ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابن بابویہ قمی نے من لایحضرہ الفقیہ میں لکھا ہے۔“ اسی کو  
 کہا ہے کہ کئی سنت سعدی و قدیم دشمنان خدا راست (یعنی سعدی حقیقت میں تو بچھل  
 ہے مگر دشمنوں کی آنکھوں میں کانٹا ٹھکانا ہے)۔ عبارت یہ ہے ”دخل ابو جعفر  
 الباقم علیہ السلام الخلاء فوجد لہمة خ فی القدر فاخذھا و فسلھا  
 و ردھا الی ملوٹ کان معہ فقال ینکون معک لاکھلما اذ اخرجھت فلما  
 خرج علیہ السلام قال للمملوٹ ابن اللقیمة۔ قال اکلھما یا ابن رسول  
 فقال انھما استقرت فی حوف احدہ الا وجبت لہ الجنة فاذهب فانت حر۔  
 فانی اکتھ ان استصلھما۔ جلد ۱ من اهل الجنة یعنی حضرت امام محمدؑ و علیہ السلام ایک  
 دفعہ بیت الخلاء میں تشریف لینگے۔ وہاں روٹی کا ایک ٹکڑا بجا ست میں پلایا۔ اُس کو  
 آپ نے اٹھا کر دھو ڈالا اور اپنے غلام کو جو آپ کے ساتھ تھا دیا اور فرمایا اے اسی کو اپنے

پاس رکھیں نکل کر کھاؤں گا جب حضرت وہاں سے نکلے تو غلام سے فرمایا کہ وہ لقمہ کہاں ہے  
اُس نے عرض کی اے فرزندِ رسول اُسکو تو میں کھا گیا حضرت نے اُس سے فرمایا کہ  
وہ لقمہ جس شخص کے پیٹ میں پہنچ گیا اُس پر جنت واجب جائیگی۔ اب تو جا کہ  
میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ کیونکہ میں اسکو برا سمجھتا ہوں کہ ایسے شخص سے کام لو  
جو اہل جنت سے ہو (کتاب من لایحضرہ الفقیہ مطبوعہ مکتبہ جلد اول ص ۱) اس  
عبادت سے کیا معلوم ہوا؟ یہی کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام خدا کی پیدا کی ہوئی چیز کی عزت  
کی۔ اسکے رزق کی تعظیم فرمائی۔ اسکے دانہ کا احترام کیا۔ کیونکہ وہ روٹی جس چیز سے پکی تھی  
اُسے خدا ہی نے پیدا کیا تھا۔ حالانکہ وہ خدا کی نظر میں اس قدر قابل تعظیم ہے کہ اس کی  
پیدا نش سے خدا اپنے معبود ہونے پر استدلال فرماتا ہے اور اسکے عوض میں اپنی عبادت کی نظر  
اشارہ کرتا ہو چنانچہ فرماتا ہے یا اھم الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من  
قبلكم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فلا تشاء السماء بناء واخل من السماء  
ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا لله اندادا وانتم تعلمون یعنی اے  
لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہو گئے  
ہیں پیدا کیا۔ عجیب نہیں تم بد سیرکار بن جاؤ جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بنایا اور  
آسمان کی چھت اور آسمان سے پانی برس کر اُس سے تمہارے کھانے کے پھل پیدا کئے  
پس کسی کو اللہ کا ہم پلہ نہ بناؤ اور تم تو جانتے ہو (پارہ ۱ رکوع ۳) دوسرے مقام پر فرماتا ہے  
ونزلنا من السماء ماء مبارکاً فانیبتا به حنات وحبل الحصيد یعنی ہم نے آسمان سے  
برکت کی پانی اتارا اور بندوں کو روزی دینے کے لئے اس کے ذریعہ سے باغ اور کھیتی کار  
اناج اُگایا (پارہ ۲ رکوع ۱۵) پس جب خود خدا اپنی پیدا کی ہوئی چیز اور اپنے مخلوق ناس کی  
یہ عظمت ثابت کرتا ہے کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر کرتا اور اس کی خلفت پر فخر کرتا اور اس کی وجہ سے  
اپنے معبود ہونے پر استدلال کرتا اور اسکے سبب سے اپنی عبادت کی خواہش کرتا ہو تو خدا  
کے برگزیدہ بندوں کو اس اناج کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ اندیشوا یلین دین کو  
ان مخلوق کے متعلق کیا سبق سکھانا چاہئے؟ کیا حضرت کے لئے ہی مناسب تھا کہ اُس

مخلوق خدا کو اسی طرح میت الخلا میں چھوڑ دیتے؟ کیا حضرت کو یہی چاہئے تھا کہ اُس رزق خدا کو اسی مقام پر پہنچے دیتے کہ دوسرا بنو الوکیا بآؤں بھی سپر پڑتا اور وہ روزِ اُجا جاتا اور زیادہ میلہ ہوتا رہتا؟ کیا حضرت کے لئے یہی زیبا تھا کہ اس غذا انسان کو وہیں ترک فرما کر دوسروں کو بھی اس کرامت میں مبتلا کرتے کہ اس لقمہ کو وہاں دیکھیں اور جس طرح اسکو وہاں چھوڑ دیتا جیسا طرح وہ لوگ بھی پڑا رہتے دیں؟ دیوبند و سہارنپور کے عقلمند علماء و ائمہ کرام!!! ذرہ تو فہم اور انصاف سے فرمائیے کہ حضرت نے جب اس روٹی کے ٹکڑے کو وہاں پڑا دیکھا تو آپ کیا کرتے؟ اُسکو اسی طرح وہیں چھوڑ دیتے؟ یا اٹھالیتے؟ اگر چھوڑ دیتے تو کیا رزق خدا کی توہین نہیں ہوتی؟ کیا مخلوق خدا کی ذلت نہیں سمجھی جاتی؟ کیا اسکے اور زیادہ میلہ ہونے کا سامان نہیں ہوتا؟ پھر کیا اہل بصیرت اس فعل کو اچھا کہتے؟ کیا اہل فہم حضرت آپ کی اس لاپرواہی کو جائز رکھتے؟ کیا حضرت کا یہ فعل خدا کی نظر میں پسندیدہ سمجھا جاتا؟ کیا خدا اس خوش ہوتا؟ دنیا سبھا اروس خالی نہیں ہے۔ عالم میں اہل معرفت و عارفان حقیقت کا وجود ملتا ہے۔ وہ سب یہی کہیں گے کہ نہیں امام کا یہی فرض تھا کہ اُس طعام کو جو یقیناً خدا کا پیدا کیا ہوا رزق تھا حضرت وہاں سے اٹھالیں اور اُسکو زیادہ میلہ ہونے سے بچائیں اور اسکی عزت کریں جو حقیقت اسکے پیدا کرنے والے کی نزاکت تھی اپنے پیروؤں کو تعلیم فرمائیں کہ خدا کے رزق کو وہ بھی کہیں دیکھیں اسکی تعظیم کیس۔ اسی وجہ سے اسلام میں یہ حکم ہے کہ اگر کوئی شخص یا مکان اور میناب سے فراغت کرتے مگر اسکو استغفار کیلئے پانی نہ ملے تو اُسوقت وہ اسکو کسی چیز سے پونچھ لے مگر کھانے کی چیز سے نہ پونچھے (ملاحظہ ہو شرائع الاسلام ص ۵۵) دیگر کہتے ہیں اسی سبب حضرت نے اُسکو اٹھایا۔ اب اٹھانے کے بعد کیا کرتے؟ کیا بھیک تیر؟ تو پھر اسکا وہی نتیجہ ہوتا کہ میلے و غیرہ میں پڑ جاتا۔ اسوجہ حضرت نے اسکو بھیکا نہیں بلکہ دھویا۔ اب دھونے کے بعد کیا کرتے؟ وہی صورتیں تھیں۔ یا کسی دوسرے شخص کو دیتے کہ لو اس کو کھاؤ یا خود تناول فرماتے۔ دوسرے دینے سے معلوم ہوتا کہ حضرت شکر کرتے ہیں یعنی کی لیتے ہیں۔ دوسروں اپنے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ تواضع۔ انکسار کے خلاف کرتے ہیں۔ زہ کے منافی عمل فرماتے ہیں۔ مسافات کے اصول کو مٹاتے ہیں۔ بلکہ جب دوسروں کو خبر ہو جاتی کہ حضرت نے اُس کو

وہ لقمہ دیا جسکو بیت الخلاء سے اٹھایا تھا اور جسکو حضرت نے خود کھانا پسند نہیں کیا تو وہ حضرت سے بخیلہ ہوتا۔ شکایت کرتا۔ اور خدا بھی ناراض ہوتا کہ تم نے اپنے کو دوسرے سے بہتر سمجھا کہ خود تو اس لقمہ کو کھایا نہیں اور دوسروں کو کھلایا۔ اور اس طرح انجہ بر خود نہ پسندی بڑھ گئی پسند کے خلاف عمل کیا۔ بلکہ ایسا کرنا حضرت شانِ ایمان کے خلاف سمجھتے کیونکہ مشہور حدیث ان المؤمن من یحب الخبثۃ ما یحب لنفسه ویکمل الخبثۃ ما یمکن لنفسه یعنی مومن وہ ہے جو اپنے مومن بھائی کے لئے بھی ہر اس چیز کو پسند کرے جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔ اور اپنے مومن بھائی کے لئے بھی اُس چیز کو بُری سمجھے جسے اپنی نفس کے لئے بری سمجھتا ہے (ملاحظہ ہوا اصول کافی ص ۴۴۴ و فیہ) اس وجہ حضرت نے وہ لقمہ اپنے غلام کو دیا مگر اُس سے کھانے کو نہیں فرمایا۔ اسی خیال سے کہ اگر خود ہمیں کھاؤں گا اور اس کے کھانے کو کہو گا تو یہ خود بھی دلیس کہیگا کہ حضرت نے اپنی شانِ نجہ سے بڑھائی۔ اپنے کو عزت والا اور مجھے ذلیل سمجھا۔ اور خدا بھی یہی کہیگا۔ بلکہ اُس سے فرمایا کہ اسکو اپنے پاس رکھو کہ میں نکلے خود کھاؤں گا۔ مگر حضرت کا غلام بھی معرولی غلام نہ تھا۔ خاندانِ رسالت کا غلام تھا۔ اہلبیت کا غلام تھا۔ امام زمانہ کا غلام تھا۔ حضرت کا صحبت یافتہ غلام تھا۔ حقائق و معارف کا خزائنہ اور غلام تھا۔ اُسکو بھی حضرت کے زہد۔ تواضع۔ انکسار۔ اور احترام مخلوق خدا کی تعلیم مل چکی تھی۔ وہ اس لقمہ کو جو پاک کر دیا گیا تھا۔ اور بالکل حلال و طیب ظاہر تھا یہ خیال کر کے کہ حضرت صرف اس لقمہ کی عزت و احترام کے لئے یہ چاہتے ہیں کہ یہ کھایا جائے تاکہ یہ دلت پچھے اور اسکی نئے بُرائی نہ ہو۔ اگر میں بھی کھاؤں گا تو حضرت کی غرض پوری ہو جائیگی اور حضرت اس پر مجھ سے ناراض نہیں ہونگے نہ حضرت کے حکم کے خلاف ہو گا نہ کہ حضرت مجھے اس کے کھانے سے منع نہیں کیا ہے بلکہ خود اس کے کھانے کا ارادہ ظاہر فرما کر گویا شاہ کیا ہے کہ یہ چیز کھانے کے قابل ہے اور اس طرح حضرت نے مجھے سبق دیا ہے کہ ایسی چیز ایسی جگہ دیکھوں تو میں بھی اٹھا کر اسکی عزت کروں۔ اور اگر میں اسی وقت اپنے نفس کو زیر کر کے اسکو بھی خوشی سے کھاؤں تو اچھا کام ہو گا جس سے خدا بھی خوش ہو گا اور حضرت امام بھی میرے تواضع کی قدر فرمائیں گے اور میرا یہ فعل حضرت کو پسند آئیگا) کھا گیا۔ اور جیسا غلام نے حیل



کیا تھا و لیا ہی ہوا بھی کہ جب حضرت نے اُس دریافت کیا اور معلوم ہوا کہ وہ اُس لقمہ کو کھا گیا تو اپنے اسکو یہ لکھ کر آ کر دیا کہ ”میں سکو برا سمجھتا ہوں کہ ایسے شخص سے کام لوں جو اہل جنت ہے۔“

جبکہ مطلب سکو سوا اور کیا ہو سکتا ہو کہ چونکہ اُس غلام نے بھی اُس لقمہ کی عزت کی۔ اُس مخلوق خدا کی تعظیم کی۔ اُس رزق باری کا احترام کیا۔ اسکے کھانے سے نفرت نہیں کی۔ اس کراہت نہیں ظاہر کی اپنی شان بلند نہیں بھی اور اس اپنے نفس کو برتر نہیں سمجھا۔ بلکہ زہد و تواضع اختیار کیا۔ اپنے کو حقیر و ذلیل خیال کیا جسکی وجہ خدا نے اسکو اہل جنت سے قرار دیدیا اس وجہ حضرت اسکو آزاد فرلایا۔ تو اس لقمہ کے کھا کھانے وہ غلام اہل بہشت سے نہیں ظاہر ہوا بلکہ تواضع اور تذلل کر کے ثابت ہوا۔ ایک اور امر ملاحظہ فرمائیے کہ حدیث میں جملہ ہر فوجد لقمہ خبثی القدر یعنی حضرت نے روٹی کا ایک مکڑا آگندگی میں پایا یہ نہیں کہ فی الغلط یا فی البول یعنی پاخانہ یا پیشاب میں پایا۔ اگر پاخانہ یا پیشاب میں بھی وہ لقمہ گرا ہوتا تو دھو دینے کے بعد پاک ہو گیا تھا اسکے استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ کیا ہر شخص اپنے ہاتھ سے اپنا پیشاب یا پاخانہ نہیں دھوتا ہو؟ تو پھر کیا اس وجہ وہ اس ہاتھ کو ترک کر دیتا ہو؟ کیا اس اپنی چیز میں نہیں ٹھاتا؟ کیا اس وہ وضو نہیں کرتا؟ کیا اس وہ نماز نہیں پڑھتا؟ معلوم ہوا کہ جس چیز یا جس بدن میں پاخانہ یا پیشاب لگے وہ دھو دینے کے بعد بھی پاک ہو جاتی ہے جیسی اس نجاست کے لگنے سے پہلے تھی۔ اسی طرح اگر اس روٹی کے لقمہ میں پاخانہ یا پیشاب لگا بھی ہوتا تو کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ مگر حدیث کی عبارت پکار کر کہہ رہی ہے کہ ”میں پاخانہ لگا تھا نہ پیشاب کیونکہ فوجد لقمہ خبثی القدر یعنی فی البول نہیں ہے بلکہ فی القدر جس سے تباہ ہوتا ہے کہ وہ لقمہ ہاں کی زمین یا مٹی پر بڑا تھا۔ بیت الاخلا کے صرف قدیموں میں پاخانہ یا پیشاب ہوتا ہو۔ باقی حصہ زمین کا خالی رہتا ہے۔ وہیں وہ لقمہ پڑا ہوگا جسکو حضرت نے اٹھایا اور یہ ہر بے کربت یا بخل کی مٹی یا زمین پر ایسی کوئی چیز پڑی ہو تو اس سے نفرت نہیں ہو سکتی جو پاخانہ یا پیشاب لگی چیز ہو سکتی ہے قدر کا لفظ عام ہے معمولی میل اور گندگی پر بولا جاتا ہو۔ حضرات اہلسنت کے امام علامہ وحید الدان خان صاحب تحریر فرماتے ہیں ”قدر یا قدرۃ پلید ہونا۔ پلید کرنا مکروہ جاننا۔ میلے پن کی وجہ سے گھن کرنا۔ رایتہ یا کلی شیشا فقہ دہمہ میں نے انکو ایک

پیر (مرغی) کھاتے دیکھا جو مجھ کو پلید معلوم ہوئی اجتنبوا هذه القاذوراتی ص ۱۱۱  
 عنہا اس پلید بات یا پلید کام سے باز رہو جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا "ذاتوا للغة پاره  
 ۲۱ ص ۱۱۱ معلوم ہوا کہ علماء دیوبند و سہارنپور نے حدیث میں سخت خیانت کی کہ قذرا کا ترجمہ  
 پانچا نہ کیا۔ اس کا ترجمہ میل۔ گندگی ہے یعنی حضرت نے وہ روٹی کا قلعہ زمین یا مٹی پر پالیا  
 جو میل جگہ تھی۔ اگر پانچا نہ پیشاب بھی لگتا تو پانی سے دھو کر اسکی بوجھ جاتی نہیں اور دنیا  
 رگڑنے سے وہ روٹی کا ٹکڑہ خود ہی ختم ہو جاتا۔ غرض صرف دھو دینے سے اس کا پاک ہو جانا  
 خود بتاتا ہے کہ اس میں پانچا نہ لگا تھا نہ پیشاب ورنہ وہ آسانی سے پاک ہوتا۔ اور اس کو  
 رگڑنا پڑتا۔ اسکی بدبو نکالنی پڑتی۔ اسیں وقت صرف ہوتا۔ وہ اسی جگہ فوراً پاک ہو سکتا۔  
 ہاں اسیں صرف مٹی لگی تھی جسکو حضرت نے دھیں پانی سے دھو دیا۔ جس سے وہ قلعہ پاک ہو گیا۔  
 مسخوئی عقل بھی اس فرق کو سمجھ لیگی کہ پانچا نہ یا پیشاب لگے ہوئے قلعہ کے پاک کرنے میں کیا وقت  
 ہوگی۔ اور اسیں کقدر وقت صرف ہوگا۔ اور صرف مٹی لگے ہوئے قلعہ کے پاک کرنے میں کس قدر  
 آسانی ہوگی۔ غرض حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ حضرت بیت الخلا میں تشریف لینگے  
 وہاں زمین پر یا مٹی میں روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا۔ اس خیال سے کہ اس کے وہاں پڑ جانے  
 سے خدا کے پیدا کئے ہوئے غلے کی توہین ہوگی اور اسے اسی طرح وہاں مجھوڑ دینے کو خدا انجبر اور  
 نفس پرستی سمجھیگا۔ حضرت نے اٹھالیا اور پانی سے دھو دیا۔ چونکہ اسیں صرف مٹی لگی تھی اس وجہ  
 سے وہ فوراً پاک ہو گیا۔ تب حضرت اُسے اپنا غلام کے حوالہ کیا کہ اسکو رکھو میں نکل کر کھڑو ٹکا تاکہ  
 خدا میرے اس تواضع اور تذلل سے خوش ہو۔ وہ غلام خود ہی اسکو کھا گیا۔ حضرت نے یہ خیال کر کے کہ  
 اس غلام نے بھی دی تواضع بمتا جہ میں کرنا چاہتا تھا۔ اُسی تذلل کو پسند کیا جسکی میں ارادہ کیا  
 تھا اسکو آزاد کر دیا کیونکہ اس کے اس تواضع اور تذلل و کسر نفس خدا ضروری خوش ہو کر اسکو بخش  
 میں جگہ دیگا۔ اس حدیث پر جو کچھ اعتراض ہو سکتا تھا وہ صرف کراہت نفس یا تنفر کے اعتبار سے  
 کہ حضرت نے اُس سے نفرت کیوں نہیں کی جسکو عرض کیا گیا کہ یہ نفرت نفس پرستی کی حلاست تھی جس کو  
 خدا قطعاً پسند نہیں کرتا۔ اسکے علاوہ حدیث مذکور پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ نہ اسیں یہ ہے  
 کہ وہ قلعہ حرام تھا۔ نہ یہ ہے کہ وہ نجس تھا۔ نہ یہ ہے کہ وہ نجس باقی رہ گیا تھا۔ نہ یہ ہے کہ اس کے

استعمال سے بخدا رسولؐ نے منع فرمایا تھا۔ غرض کوئی شرعی اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔  
**حضرت رسول خدا کا (معاذ اللہ) غصی ہال استعمال کرنا** مگر حضرت علیؓ اہلبیت اب ذرہ اپنے  
 مذہب کی خیریں کہ صحیح بخاری شریف پر لکھا کہ کہی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے غصی ہال کھلایا پلایا اور حضرت  
 رسولؐ نے غصی ہال کھایا یا پیا۔ جب مکہ معظمہ سے مدینہ کی طرف آنحضرتؐ نے ہجرت فرمائی ہے اور  
 حضرت ابو بکرؓ خود ہی ساتھ ہو گئے تو راستہ میں جو گزری اسکو حضرت ابو بکرؓ یوں بیان کرتے ہیں  
 فاذا انابنا برأى غم لم يوق غمنا فقلت لمن انت يا غلام۔ قال لجل من قرئت سماه فصرقته  
 قلت فقل انت حالب لبنا قال نعم فخلطت فانطلقت به الى البقي فقلت اشرب يا رسول الله  
 فشرب یعنی راستہ میں مجھے ایک چرواہا ملا جو بکریاں اور دُنبیاں لیجا رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ بکریاں  
 اور دُنبیاں کسکی ہیں؟ اس نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا۔ تو میں اُس سے کہا کہ مجھے دودھ دو وہ نے  
 اُسے دودھ دیا۔ میں سے لیکر آنحضرتؐ کے پاس لیا اور کہا اچھے پیجئے۔ حضرت نے پی لیا صحیح  
 بخاری مطبوعہ دہلی پارہ ۱۴ ص ۳۵۵ و ۳۵۶) اسے صاف معلوم ہوا کہ بکریاں اور دُنبیاں قریش  
 کے ایک شخص کی تھیں اور اُنکے دودھ کا مالک بھی قریش کا وہی شخص تھا۔ وہ چودہ اہل صرف  
 جرانے کا ملازم یا مزدور تھا۔ اس دودھ لینے کا حق نہیں تھا مگر حضرت ابو بکرؓ نے اسکو دوسنے  
 کا حکم دیا وہ اکیلا تھا حضرت ابو بکرؓ سے دُر کر دودھ دودھ دیا ہند دودھ لیتا غصی ہال اور رام  
 ہوا کیونکہ بغیر مالک کی اجازت کے دوا گیا۔ لہذا اس کا پلانا حضرت ابو بکرؓ کے لئے اور پینا  
 حضرت رسولؐ کا اصل حکم کے لئے ناجائز تھا۔ اور آپؐ کی صحیح بخاری کہتی ہے کہ ان دونوں  
 نے یہ حرام کام کیا حرام دودھ پلایا اور پیا۔ حالانکہ حضرت رسولؐ کا اصل حکم کی ذات اس  
 بلند تر ہے۔ حضرت نے حضرت ابو بکرؓ کا اونٹ تک تو بے چوگنی قیمت دیئے لیا نہیں  
 وہ غصی دودھ کیونکر پیتے؟ سنا کہ وہ کھایا کرتے تھے۔ اچھا امام بخاریؒ نے بھی لکھو ہیں عند رسول  
**معاذ اللہ حضرت رسولؐ ابوتو کے تھان دیکھ لیا کہ تو** اچھا امام بخاریؒ نے بھی لکھو ہیں عند رسول  
 اللہ انہ لقی ترید بن عمر بن نفیل فقدم اليه رسول الله سقوا فقام فابى ان ياكل منها ثم قال لعل لا  
 آكل ما تنهون على لئلا يكون لنا كل ما ذكره الله عليه يعني حضرت رسولؐ نے یہ من عمر بن  
 نفیل سے تو آپؐ نے اسکے کسانے وہ دستروان پچھایا جس میں گوشت تھا۔ تو دیکھ اسکے کھانے  
 سے اکار کیا اور حضرت سے کہا میں وہ گوشت نہیں کھا سکتا جسکو تم لوگ اپنی بوتلوں کے تھان پر

فریج کرتے ہو اور نہ اسکو کھاتا ہوں جو اللہ کے نام پر فریج نہ کیا گیا ہو (صحیح بخاری پارہ ۲۳ ص ۳۳) جناب مولوی وحید الزمان خان صاحب اس حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔  
 یعنی اُس بُت یا پتھر کی طرف جہاں مشرک جانور کاٹا کرتے تھے یا اُس پتھر کی طرف جس کے سامنے مشرک جانور کاٹ کر اسکو ڈالتے تھے۔ اُس پتھر کا پوجا بھی کرتے تھے۔  
 یہاں یہ انکال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایسے جانور میں کیسے کھایا اور بُت کے سامنے فریج کرنا کیسے گوارا کیا؟ (انوار اللغۃ پارہ ۲۵ ص ۳۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول خدا صلعم (معاذ اللہ) بتوں کے تھان پر جانور فریج کر کے کھایا کرتے تھے۔ اور اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر فریج کر کے بھی کھایا کرتے تھے۔ جس کے بعض کافر بھی نفرت کہتے۔  
 (معاذ اللہ) حضرت رسول خداؐ اب یہ بھی ملاحظہ ہو کہ آپ حضرات کے بزرگانِ دین صلعم شیراب بھی پیتے تھے۔ پیشوایانِ مذہب صحابہ کرام۔ تابعین فحام اور علماء و محدثین عظام نے اسکو بھی ثابت کیا ہے کہ حضرت رسول خداؐ معاذ اللہ شراب پیتے تھے۔ چنانچہ آپ حضرات کے پیشوائے اعظم جناب مولوی شیخ عبدالحق صاحب نے مولوی محمد رفیع فرماتے ہیں ”مسجدِ نفیخ... در وقتے کہ سرورِ انبیاء و صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصرہ بنی النضیر کردہ بود قریباً بقرنہ زہہ بود و در موضع این مسجد شش روز نماز گزارده بود بعد از اس در آنجا بنائے مسجد کردند۔ ابنِ شیبہ و ابنِ زبالہ آورده اند کہ ابوالیوثی جماعۃ از انصار ہم در موضع این مسجد نشستہ فضیخ کر نوے از مشروبات است استعمال می کردند۔ چو حالت موت نمر نزول یافت باستماع این جز بندہاں ستاراکشادہ دادند و نصیبی کہ دوسرے بود ہم وہاں موضع درختندازان اہبت اور اس مسجد فضیخ گویند و امام احمد در سند خویش از حدیث ابنِ عمر آورده کہ ہم درین موضع پیشوایان سرور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہ از نفیخ آورده و آلِ راہ بخوردان پس بیت اور اس مسجد فضیخ گویند۔ یعنی مسجدِ نفیخ کا بیان جس زمانہ میں کہ حضرت رسول خداؐ بنی النضیر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اس کے قریب قبہ قائم کیا تھا اور اُسی مسجد کی جگہ چھ رکعت نماز پڑھی تھی اسکے بعد لوگوں نے وہاں اسی مسجدِ نفیخ کو بنایا۔ ابنِ شیبہ اور ابنِ زبالہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ابوالیوثی انصار بھی اور دوسرے انصار بھی اس مسجد کی جگہ بیٹھے ہوئے نفیخ پیتے تھے و ایک قسم کی شراب لگا

جب شراب حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے اس خبر کو سنکر اس مشککہ دہانہ  
 جس میں فضیخ شراب تھی کھول دیا۔ اور جو کچھ فضیخ شراب اُس میں تھی اُسی جگہ بہا دیا اس وجہ  
 سے لوگ اس مسجد کو مسجد فضیخ کہنے لگے۔ اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت عمر  
 کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ ابن عمر کی یہ حدیث لکھی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اسی جگہ لوگ  
 حضرت رسول خدا کے پاس فضیخ شراب کا ایک پیالہ لائے اور حضرت نے وہ شراب پی لی اس  
 سے اُس کو مسجد فضیخ کہنے لگے (اذب القلوب مطبوعہ قدوسی ۱۲۸۲) حضرت رسول خدا  
 صلعم کے شراب پینے کی روایت آپ حضرات کی ایک ہی کتاب میں نہیں ہے بلکہ بہت سی  
 کتابیں اس مقدس مضمون سے بھری پڑی ہیں۔ آپ کے علامہ نور الدین علی سمہودی بھی  
 تحریر فرماتے ہیں ان احمد روایتی سند لا من حدیث ابن عمران النبی صل اللہ  
 علیہ وسلم یعنی فی فضیخ فی مسجد الفضیخ فشر بہ فلذلک سُمی مسجد فضیخ  
 ورواہ الوعلی ولفظہ الی بحجۃ فضیخ ینش وھو فی مسجد الفضیخ فشر بہ فلذلک  
 سُمی مسجد الفضیخ یعنی امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت عمر کے صاحبزادہ عبداللہ  
 بن عمر کا بیان لکھا ہے کہ مسجد فضیخ کے اندر حضرت رسول خدا صلعم کے پاس فضیخ شراب لائی گئی۔  
 اور حضرت نے اس کو پی لیا۔ اسی وجہ سے اُس کا نام مسجد فضیخ ہو گیا۔ اس مضمون کو ابوعلی نے  
 بھی روایت کیا ہے۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت کے پاس مسجد فضیخ میں فضیخ شراب کی  
 ایک مشک لائی گئی۔ اُس مشک کی شراب جوش مار رہی تھی۔ حضرت نے اس شراب سے اسی وجہ  
 سے اُس مسجد کو مسجد فضیخ کہنے لگے (کتاب فاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ مطبوعہ مہر طہ ص ۱۸)  
 کسی عرب نے کیا خوب کہا ہے کہ کئی دشب آدین کن۔ تازہ شیرین جہنم با شہ۔  
 یعنی تہیں جو گناہ کرنا ہے اُسے خاص کر شب جمہ میں کر دنا کہ جہنم کے سردار شیخوں سے جو جادو  
 اسی طرح حضرت رسول خدا کو بھی شراب پینا تھا تو گھر میں بچے سے وہ لطف کیونکر ملتا جو  
 خاص خانہ خدا۔ اور مسجد میں استعمال کرنے سے ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے حضرت نے عین مسجد  
 میں شراب خواہی کی اور وہ بھی چھوٹی بوتل میں نہیں آئی کسی پیالے میں نہیں آئی گوری  
 مشک کی حضرت ہی تنہا پی گئے یا اور لوگوں کو بھی اس میں دی۔ اور ملاحظہ ہو۔ حضرات اہل

کی کتب احادیث میں کثر الحال نہایت مستند کتاب اور بہت بڑا ذخیرہ احادیث ہو  
اور نہایت اہتمام سے ریاست حیدر آباد دکن میں ۸ جلدوں میں طبع کی گئی ہے۔ ان میں  
یہ مضمون موجود ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بسرا وھو اکبلی بقلۃ فقال  
عبد اللہ لئانذ عوھا حمارۃ شامیۃ فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
واصحابہ نقامت امی فوضعت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطیفة  
علی حصیر فی البیت جعلت قشر ہالہ فلما جلس علیہا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم لطمت بالحصیر فقد ملہم الی تمر اشغلہم بہ وامرانی فنضعت  
لہم۔ یہاں تک کہ انا الخادم فیما بین الی دہی دکان الی لقائکم لیسوا  
صلی اللہ علیہ وسلم وامنہ بہ فلما فرغت امی من الحشیش جئت احملة  
حتی وضعتہ بین یدیه فاکلوا اشترسقاہم فضیخا فشرب صلی اللہ  
علیہ وسلم ورسقی الذی من یمینہ ثم اخذت القدر حین تقدم ما  
فیہ فلا ند تحبث بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعطالذ  
اسقی الیہ القدر فافترس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الطعام  
فقال اللہم ارحمہم واغفر لہم وبارک لہم فی ما تم قہم فاذ لنا شرف  
من اللہ فی وجل السعة فی الرزق یعنی عبداللہ بن بسر بیان کرتا ہے کہ ایک  
دن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور آپاچھر پر سوار تھے  
جبکہ ہم وگس حمارۃ شامیہ کہا کرتے تھے اور حضرت میرے گھر میں اپنے اصحاب کے  
ہمارے داخل ہوئے تو میری ماں کھڑی ہو گئی اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
کے لئے گھر کے ایک بوریہ پر چادر بچھا دی۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس چادر پر  
بیٹھ گئے تو میرے باپ نے کچھ کھجور لاکر حضرت کے سامنے رکھ دی تاکہ آپ اس کے  
کھانے میں مشغول ہوں اور میری ماں کہا کہ ان حضرت کے لئے حشیش بنا لے

۱۔ علامہ وحید الزماں اوزار اللغۃ مطبوعہ بمبئی جلد ۶ ص ۱۷ میں لکھتے ہیں جنات بحشیشۃ وہ شجر  
لیکرا ل حشیشہ وہ کھانا جو گیہوں کے پیکر بناتے ہیں اس میں گوشت یا کھڑا لکھتے ہیں۔

تومیری ماں نے اُسے بنایا اور میں اپنے باپ اور ماں کے درمیان خدمت انجام دیتا تھا اور میرا باپ جناب رسالتا صلعم اور اُن کے اصحاب کی خدمت اور فاعلہ ارات میں مشغول تھا غرض جب میری ماں حشیش برنا چکی تو میرے سے اٹھا کر لایا اور اُن حضرات کے سامنے رکھ دیا تو کُل حضرات نے اُسے کھایا۔ پھر اُچھین شراب پلائی تو بنی صلی اب علیہ وسلم نے وہ شراب پی لی اور خود ہی حضرت نے شراب کے وہ ظرف اپنے اُن ہمایوں کو دیا جو آپ کے داہنے جانب تھے۔ اُن سب نے بھی وہ شراب پی اور جب وہ برتن شراب سے خالی ہو گیا تو میں نے اُسے لیا اور بھر کر پھر حضرت کی خدمت میں لایا تو حضرت نے فرمایا جو لوگ پچھلے ہوں انکو پلاؤ۔ غرض جب رسالتا صلعم اس دعوت کا رخ ہو چکے تو ہم لوگوں کے لئے دعا فرمائی اور کہا اے اللہ ان لوگوں پر رحم کر۔ ان لوگوں کو بخشدے اور ان کے رزق میں برکت دے۔ تو اُس وقت سے ہم لوگ برابر اپنے رزق میں برکت پا رہے ہیں۔ انتہی۔ (کتاب کنز العمال مطبوعہ ریاست حیدر آباد دکن جلد ۷ ص ۶۷) اس روایت میں اصل عبارت شعر سقاہم فیضنا جو شراب کا نام ہے۔ اگر کسی شخص کو اسکے معنی میں شک ہو تو وہ کتب لغت میں دیکھ کر تحقیق کر لے سکتا ہے۔ چنانچہ قاموس میں ہے الفیض عصید العنب و شراب یخذ من البسر۔ یعنی فیض انگوری شراب کو کہتے ہیں اور وہ شراب ہے جو خشک اور گدگد پڑے بنائی جاتی ہے۔ اور منتہی الارب میں ہے فیض کا میر و شراب کہ انکور و شراب است کہ از عصارة غوره خام سازند۔ اور صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱۲ ص ۱۹۸ میں ہے عن النس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کنت استقی اباعبیدۃ دابا طلحہ دابی بن کعب من فیضہ نہ ہودتمہ فجاہم آپ قال ان الخمر قد حرمت فقال ابو طلحہ تعزیا النس فاہر تھا فاہر تھا یعنی النس بن مالک کہتے ہیں کہ میں ابو عبیدہ اور ابو طلحہ اور ابی بن کعب کو فیض (گدرا اور خشک بھجور کی شراب) پلا رہا تھا تو ایک شخص نے اُن کو کہا شراب حرام کر دیجی ہے تو ابو طلحہ نے کہا اے النس اٹھو اور اس فیض کو زین پر بہا دو پس میں نے بہا دیا۔ اور صحیح مسلم مطبوعہ دہلی جلد ۲ ص ۱۷۱ میں ہے عن النس بن مالک قال کنت ساقی القوم۔ یوم حرمت الخمر فی بیت ابی طلحہ و ما شربا بہم الا الفیض البسر و الخمر فاذا





دیکھ دو کہ اس طرح یہ کل مٹھائیاں میرے لئے قیامت تک باقی رہیں گی۔" ایاز کہتا ہے کہ اس پر میں نے عرض کی "حضور کا یہ حکم میرے سر اور آنکھوں پر"۔ میں اُسی وقت کہ آدھی رات ہو گئی تھی اُن کل مٹھائیوں کو لیکر شہر کا طینٹ میں خود گیا۔ وہاں کے دروازوں کو کھلوا یا۔ اور سادات کے یتیم بچوں کو جگایا اور وہ سب مٹھائیاں اُن لوگوں کو دیکر دایس چلا آیا۔ (مجانى الادب مطبوعہ سیرت جلد ۲ ص ۱۷۱)

**معوینہ جناب عقیل** عربی زبان میں بصر سے دو لفظ نکلے ہیں ایک بصارت دوسرا بصیرت۔ بصیرت معنی آنکھوں کی روشنی۔ اور بصیرۃ معنی دل کی روشنی۔ یا عقل۔ سمجھ۔ نور۔ ایمان۔ ان دونوں لفظوں کے متعلق یہ لطیفہ ہے کہ ایک نانا میں جناب المومنین کے بڑے بھائی جناب عقیل بن ابی طالب معویہ کے ہاں گئے تھے۔ اس زمانہ میں آپ کی آنکھ کی روشنی جاتی رہی تھی۔ وہیں کے قیام میں ایک روز آپ معویہ کے پاس پہنچے تو اُس نے آپ کو اپنے تحت پر بیٹھالیا۔ پھر کہا انتم معشائے بنی ہاشم بصاؤون فی البصار کہم یعنی اے بنی ہاشم میں دیکھتا ہوں کہ اکثر تم لوگوں کی بصارت جاتی رہتی اور آنکھ کی روشنی سے تم لوگ محروم ہو کر اندھے ہو جایا کرتے ہو! اس پر جناب عقیل نے جرسیتہ فرمایا دانتم معشائے بنی امیہ بصاؤون فی البصار کہم یعنی اے بنی امیہ! اور میں دیکھتا ہوں کہ اکثر تم لوگوں کی بصیرت جاتی رہتی اور دل کی روشنی سے تم لوگ محروم ہو کر بے ایمان ہو جایا کرتے ہو! (مجانى الادب جلد ۲ ص ۱۷۱)

**ایک قاضی کا عرصہ** کوئی عورت ایک قاضی صاحب کے پاس (جو غالباً اہلسنت ہی سے ہونے لگے) آئی اور کہا میرا شوہر گیا۔ اُس نے کچھ مال اور بڑی والہانہ اور بی بی اور ایک لڑکے اور دوسرا عرصہ کو چھوڑا ہے۔ مال کیونکر تقسیم کیا جائے قاضی صاحب نے کہا والدین کو تو دونا دھونا۔ لڑکے کو تیسری۔ اور عرصہ کو دوسرا شوہر اور لڑکی اعرہ کو آنکھ لگاؤ میں کی اور ذلت لیاگی۔ احوال سب میرے پاس پہنچا جاؤ تاکہ اُسکی ج سے تم لوگوں میں لڑائی نہ ہو (مجانى الادب جلد ۲ ص ۱۷۱) سید محمد باقر کجی کا حکم ایا نہ بنا کر

**قبول حق** | الحکر کہ بہت کثرت سے سمار سنی بھائی اپنے مذہب کو ترک کر کے مذہب میں شیعہ کو قبول کرتے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ ان کو مختلف مصائب میں مبتلا کیا جاتا اور ان پر ظلم و ستم کے بڑے پہاڑ ڈھائے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے سب لوگوں میں طبع کرنا پسند نہیں کرتے۔ حال میں عالی جناب نواب میرزا خان صاحب عالی جناب رمضان علی صاحب و عالی جناب لے خاں صاحب معرین شہر فرج آباد (صوبہ فتحہ) نے تحقیق کا دل کے بعد مذہب بہت کثرت کر کے خدا و رسول کے پیچھے دین اور صراط مستقیم شیعہ کو اختیار کر لیا۔ اور اس رسالہ میں علان کی اجازت بھی دیدی۔ آخر اللہ کو بزرگ نے اب اپنا نام ہدایت علی رکھا ہے۔ خدا کی حضرات کو مبارک کرے کہ نجات کی سند حاصل کر لی اور آپ حضرات کے ذریعہ سے بھی دوسرے ہزاروں سنی بھائیوں کو مذہب قبول کرنے کی توفیق بخشے۔

**التماس** | (۱) میری جوان بیٹی جبکی چشم راست کی بینی (ناک) کے ساتھ ایک زخم یا زخم ناسور کی شکل کا ایک سال سے ہے اور پیپ چلتی رہتی ہے جس کو تینابی میں گاگ ہند اور فارسی میں غریب کہتے ہیں۔ جسکے بہت علاج کئے گئے۔ آپشن بھی ہوا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اگر کسی صاحب کو خوب علاج معلوم ہو تو اس پر سے مطلع فرمائیں۔ منشی احمد جان ٹھیکہ دار ہزارہاڑی ضلع ہوشیار پور (پنجاب) (۲) محترمی جناب زکی سن صاحب زمیندار فاضل پور ضلع سارن کے جوان یونے عزیزم ظہور حسن صاحب بہت عییل ہیں۔ یونین و عافائیں کہ خدا جلد صحت تامر عطا فرمائے۔

**سعود اتقا** | جب ابن سعود نے روضہ اے مقدس کے ساتھ لے ادبی کی خاطر ابن سے شیعہ کے دل میں لگی ہے مگر انتقام کی راہ نہیں معلوم ہوتی۔ اب حج حضرات ارام کا ارادہ رکھتے ہیں وہ مجھ سے خط و کتابت کریں۔

سید صفدر حسین۔ پنجن آباد ریاست بہاول پور (پنجاب)

**اجتہاد** | (۱) ہمارے محترم اور مقدس بزرگ عمدہ العلماء جناب مولانا السید نظر حسین صاحب قبلہ دام ظلہم (بھیکپور ضلع سارن) کی سید صاحب

صاحب زادی فاطمہ مرحومہ جن کی شادی ڈھارنہ میں ہوئی تھی مگر صاحب صاحب کے جوان صاحب زادے سید علی اکبر صاحب سے ہوئی تھی اور صاحب کو عالم مسافرت میں بمقام موہتپاری انتقال کیا۔ آخر کا پیدا ہوا سید علی اکبر صاحب غشی طاری ہوئی جو ۲۸ گھنٹہ رہی اور اس میں وہ بے حس و حرکت ہو گئیں۔ اور نادار کا سخت صدمہ ہے۔ مگر مشیت ایزدی میں عیارہ نہیں۔ خدا مولا کو زندہ کرے۔

(۲) اصلاح کے بہت قدیم مہر و جناب منشی سید الطاف حسین صاحب گوشت پشیز ساکن درسا۔ نے ۹ جمادی الاخریٰ کو انتقال کیا۔ مرحوم بڑے پابند مذہب اور علوم دینیہ کے شائق تھے۔ خدام و جم کے چھوٹے بھائی منشی سید سردار علی صاحب ریڈر سب جج حصار کو جو صدمہ ہو کم ہے۔

(۳) عمری جناب حاجی سید جلال الدین حیدر صاحب حلیم۔ اس کے بھتیجے نے جو جوان سید و صاحب اور اپنی بیوہ ماں کے اکیلے فرزند اور دو سوسو و پیرا ہوار کے ملازم تھے اور آئندہ بہت کچھ ترقی کی امید تھی جمادی الاخریٰ میں دفعۃً ختم سے انتقال کیا اور ایک بیوہ ال اور ایک لالہ بیوہ بی بی چھوڑی۔ ان کس قدر سخت حادثہ ہو اور اس خاندان پر کیا گری ہوگی مگر خاندان اہلیت کے تصور سے اپنی مصیبت خفیف نظر آتی ہو۔ خدا مالک مومنین کے دجا عالی کرے اور ان کو پسماندگان کو نصیب عطا فرمائے۔ مومنین سہ ماہ فاتحہ و توحید کا ثواب کی وصول کو ایصال کر کے متاب ہوں۔

**قابل توجہ علمائے شیعہ** انی زمانہ تعلیمی کمزوری مذہب حق کی تبلیغ میں نال ہے خصوصاً کتب اربعہ کی کواختیت کہ تاحال انکا ترجمہ اردو میں نہیں ہوا۔ علماء کرام اس طرف جلد توجہ فرمائیں۔ سننے میں آیا ہے کہ کافی کارجمہ حقوق مخالف نے شروع کر دیا ہے جس کا اثر مذہب بد جو ہو گا۔ حضرات سمجھ ہی سکتے ہیں۔ میری رائے میں تھوڑا تھوڑا ترجمہ طبع ہو کر ماہوار مومنین کو بذریعہ دی۔ پی پہنچتا رہے تو خریداروں کے لئے بھی بدگراں ہو اور اشاعت میں بھی باسانی کا میابی رہے۔ اگر کوئی صاحب اس کا رچر کی طرف گامزن نظر آو تو جو صاحب بھی اس درخواست کو بڑھیں کم از کم دس خریداران کی مدد ختمیں انکی خدمت میں دل لگو۔ بھلاؤ اس نیک ارادہ کا یہ الہی مذہب کیلئے کامیاب ہو۔

پیش کش: علامہ محمد طیفی شاہ جعفری، ریشترزی سیاہ پوش ساکن درسا، لاہور کی تبار مجتہد اسلام  
ضیاء (ج ۱) - لاہور

## اپیل سینان فیض آباد جوشیعیان اللہ مجاد

فیض آباد کے ایک کیل صاحب مابقہ خان صاحب نے بارہ انگلی تقطیع پر ایک پفلٹ  
اگست ۱۹۷۷ء میں بہر عانت اہل سنت شیعہ لکھ کیا جس میں فیض آباد کی نوین بیج الاول کے  
قدیم جلسہ مبارک مقدس کی مجدد توہین کی اور اپنے تئیں سید بھی ظاہر کر کے مرافع نے اس  
محترم جلسہ کو ٹھیکر کا خطاب دیا جو سخت گستاخی ہے کیونکہ یہ جلسہ سرت ائمہ معصومین میں  
خاص جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منسوب ہے جسکی ابتدا قائل شہید کر بلا یعنی عمر  
لمعون کے سر پریدہ پیش ہونے پر ہوئی ہے۔ اس منصفہ کے پفلٹ میں اس جلسہ مقدس کے  
بہانہ سے شیعیاں حیدر گار کی عموماً اور شیعیاں فیض آباد کی خصوصاً توہین میں کوئی کسر نہیں  
رکھی اور باوجود اس شایستہ جرات کے مرافع نے اپنے تئیں شیعہ ظاہر کر کے قوم شیعہ کو  
ذلیل بھی کیا ہے۔

اصرافع اگر شیعہ ہوتا تو اسکو ضرور معلوم ہوتا کہ ہر المینت شیعہ کی صورت سے بیزار  
اور ان کے خون کا میاں اور ان کے ہر مذہبی عمل سے نافروکارہ ہے۔ نوین بیج الاول کے  
محترم جلسہ کو صرف بہانہ ہے وہ تو محاسن عزت حسین ماقم۔ فوج خوانی سوز خوانی۔

مرثیہ خوانی۔ تعزیر۔ علم۔ ضرب۔ دلدل۔ ذوالجناح۔ تربت۔ حتی کہ نماز۔ اذان تک سے  
بیزار اور ان سب کو بند کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہی امر ہے کہ اعمال مذکورہ میں سنہوں کے  
صحابہ کرام کا نام تک نہیں آتا۔ اسی بیزاری کی بنا پر مظاہرات مذکورہ کے وقت ہندو۔

سندھ۔ حجرات۔ بھی۔ کاٹھیاوار۔ بنگال۔ بہار۔ اڑیسہ۔ مدراس۔ پنجاب میں ہر  
سال اشتہار بازی فیشت مشت۔ مار پیٹ۔ فوجداری ہوتی رہتی ہے بلکہ پنجاب کے  
سرحدی ملک پر تو آج سے دو سال قبل کی ہزار شیعہ بھرم شیعیت قتل کر دیئے گئے حالانکہ  
ان ہنگاموں میں بیج الاول کے جلسہ کی شکایت نہیں۔ اسی طرح ایک سال بھی کئی  
مقام پر مشورہ محرم کی عزاداری روک دی گئی۔ پس سنوں کی بیزاری لا علاج ہے۔

۲۔ صرف مرفوعہ پر سے گزیر کرنا۔ موم ہوتا ہے۔ پس اگر شیعہ ہوتا تو خود کرتا کہ

بومعاش ہر سال مجالس حسین اور علامات غم حسین کو کفر و شرک لکھ کر شائع کیا کرتے ہیں۔ یہ کیوں اور کس غرض سے کیا افعال بنو و ناجائز کے لئے انکی زبان میں اور لفظ نہیں ہیں مگر علامات غم حسین کو کفر و شرک کہنے سے یہ غرض ہے کہ عزاداران حسین واجب القتل ہیں پس ان کو قتل کر دینا چاہئے۔ کیونکہ کافرو مشرک کا خون شریعت میں معاف ہے اور ایسے قاتلوں سے نہ قصاص لیا جائیگا اور نہ دیت یعنی جرمانہ پس مبالغہ جب اہلسنت کی ایسی نیت کی مذہبی حد معلوم کر لیتا تو بنظر صیانت قوم سادات و حمایت مذہب اہلسنت سے ضرور کہتا کہ جب تفسیر قرآن اور تمہاری صحاح وغیرہ سے تمہارا خدا۔ ملائکہ اور تمہارے انبیاء اور بالخصوص تمہارے وہ رسولؐ کہ جنگی تم امتؐ کہلاتے ہو وہ اور تمہارے صحابہ کرام یہ سب مشرک یا کفر سے جاتے ہیں اور ان سے تم ماننے والے ہو تو تم بھی مشرک ہو۔ پس پہلے تم اپنے گروہ کو قتل کراؤ اس کے بعد شیعیہ واجب القتل ہو سکیں گے۔

۳۔ مبالغہ اگر شیعہ ہوتا تو بمقابلہ اہلسنت یہ حجت ضرور پیش کرتا کہ فرقہ شیعہ بعض مقدس ہستیوں کے مصائب پر فخر۔ ماتم کرتا ہے وہ ایکو ناگوار ہو اور بعض بد اعمالوں کے قتل پر خوشی کرتا ہے تو وہ بھی ایکو پسند نہیں۔ تو کیا آپ مذہبی کے ٹھیکہ دار ہیں۔ کیا فرقہ شیعہ ایکو خط غلامی لکھ دے یا اپنا مذہب ترک کر دے یا اس دنیا سے کسی دوسری دنیا میں نکل جائے یا آپ کی طرح رسولؐ و عترتؑ رسولؐ سے بے غرض ہو جائے ہو لو کیا کرے۔

نوٹ: شیعہ نام رافع اور اسلام نالیدروں سے گورنمنٹ ہوشیار رہے کہ یہ لوگ ہجر و کفر فرقہ شیعہ سے ان کا مذہب ترک کر کے سوراخ۔ خلافت ترک موالات یوں نافرمانی کی نئی فوج بھرتی کرنے کی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ یہ نہ کہ قدامت سے شیعہ مخالف گورنمنٹ کے کسی تحائف ہنگامہ میں آج تک شریک نہیں ہوئے لیکن عزاداری حسینؑ ترک ہوئے پر شیعہ ضرور دُشمنی ہو جائیں گے۔ لہذا گورنمنٹ ہند ہر صوبہ میں اسکا بھلا کرے۔

۴۔ صرافع نہ سادات فاطمیہ سے ہے نہ سادات علویہ سے بلکہ سادات امویہ سے پایا جاتا ہے۔ سادات عباسیہ سے اور نہ مراح شیعیمان علی سے ہے بلکہ وہ شیعہ معاویہ یا شیعہ عثمانیہ اور جو بالفرض سادات فاطمیہ و شیعیمان علی سے کسی زمانہ میں منسوب بھی ہو گا تو تبدیلی مذہب کے سبب نرزد فوج کی طرح لکین من اھللق کے تحت میں آچکا کیونکہ مراح کے پھٹا سے ثابت ہو کہ اس نے فیض آباد کے سینوں کے چار ماری چھینڈ کی تو ہمیں نہیں کی بلکہ انکی یاری ہی نظموں کو بے عیب جرم بتایا۔ دوم سینوں کے جرم متزل کو جو مسافر شیعوں کے بھڑامار نے کی نیت سے لکھی تھی اسکو ظلم نہیں طہر کیا بلکہ مقلی شیعوں نے مسافروں کے پیٹ بھرنے کے لئے کھانے اور ترکاری کی چند دوکانیں کھولیں تو اس کو شیعوں کا بایکاٹ خطاب دیا جس سے مراح کی یہ نیت ثابت ہوئی کہ اس نے اہلسنت کو در بایکاٹ کر نیکاسبق اور نئی تحریک و اشتغالک دی۔ جو فیض آباد کی گورنمنٹ کے لئے بھی بدنامی کا سبب ہو سیکھی۔ پس یہ چاروں باتیں مراح کو سادات فاطمیہ و مذہب جعفریہ سے خارج کر رہی ہیں۔

۵۔ صرافع اگر شیعہ اساعشریہ ہوتا تو اہلسنت کو ضرور سمجھاتا کہ جلسہ کو میں عمر ابن زیاد - ابن الکاہل - ابن نمیر - شمر - ابن معاویہ کی ضرورت ہیں اور ان پر سنت کی جاتی ہے۔ اگر یہ ہی ملعون آپ کے صحابہ کرام ہیں تو ڈوب مرا چاہئے کیونکہ جنت علاے اہلسنت نے بھی ان پر لعنت کرنی جائز رکھی ہے اور آپ اُن کو صحابہ کرام بتاتے ہیں۔ مقام شرم ہے۔

۶۔ صرافع اگر مرتد شیعہ نہ ہوتا تو اسکا اعتقاد ضرور ہوتا کہ رضہ اتوالی سے بڑھکر کوئی بائیا ہو سکتا ہے اور نہ رسول گیم سے بڑھکر صاحب نف عظیم۔ مگر یہ منزه مرا بے عیب ہستیوں اپنے دشمنوں کو فاحشہ گالیاں دینے میں بالک نہیں رکھتیں اور انکی فاحشہ تو ہمیں مسکنے میں شرم نہیں کرتی ہیں چنانچہ شیعوں کے سیف السیدی خالد کے باپ ولید بن میزہ کو قادر مطلق نے تودس گالیاں قلمبند دی ہیں جو ایک دوسرے سے بڑھکر دس چنانچہ سورۃ فون والحدیث ہے۔ لا نھم کاحلہ من عین حلالہ شاء



۸۔ صرافع اگر شیعیاں علیؑ سے ہوتا تو سنیوں کے صحابہ کرام کی توہین کے جواب میں اُن کا اطمینان کر دیتا کہ آپ کو صحابہ کرام کی توہین تمام دنیا کرتی ہے خواہ اُن سے غرضمند ہو یا بے غرض۔ خواہ ہندو ہو یا مسلمان۔ عالم ہو یا جاہل۔ اسیں فرقہ بندی کی تخصیص نہیں بلکہ اس توہین میں آپ بھی شریک ہیں اور آپ کے اساتذہ بھی چنانچہ کتب منطق۔ فلسفہ صرف۔ نحو۔ تفسیرات ہند۔ ضابطہ فوجداری۔ ضابطہ دیوانی ایکٹ نظر قانونی وغیرہ دیکھ جاؤ جن جن مقامات کی شرح میں مہمل اسماء کی ضرورت ہوتی ہے وہاں وہاں نظر آیہ ہی اسماء مبارک پیش ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ عمر زید۔ خالد اور عورت کے نام کی جاے ہندہ جو وہ بھی آپ کے ایک صحابہ کرام کی والدہ کا نام ہے۔ پس اس رسم عام سے وابستہ ہم فی ہذا الدنیا الفتنہ کی قرآنی پیشین گوئی آپ کے صحابہ کرام پر منطبق ہو گئی۔ اگرچہ اسماء مبارک مہمل یعنی بے معنی نہیں وہ بڑے فہیم و عقل بلکہ متعلم و بہی کا جواب معکوس تھے۔ لیکن ان حضرات کے ایمانی و اخلاقی اعمال آپ کے ہی اساتذہ نے دنیا میں ایسے پھیلا دیئے جن بناؤں پر دنیا کو اجماعاً اُن کو مہمل مان لینا پڑا۔ چونکہ مخالفان اسلام کی باعلان توہین عقلاً و شرعاً جائز مان لی گئی ہے۔ جیسے نمرود۔ شداد۔ شیطان۔ فرعون۔ ہامان۔ قارون اور ایسی ہی توہین ان حضرات کی رسم عام ہو گئی ہے۔ لہذا فرقہ شیعہ سے اُن حضرات کی توہین کی شکایت محض محکم ہے۔

۹۔ صرافع اگر شیعہ ہوتا تو وہ غور کرتا کہ جن روایات و احادیث کے نقل کرنے کو صحابہ کرام کی توہین کہا جاتا ہے۔ اگر وہ غلط ہوتیں تو جیسے جامعان قرآن نے ملعونان خدا و رسول کے نام اور فضائل آل محمد قرآن سے خارج کر دیئے تو اہلسنت کے مفسرین و مفسرین اُن کو بھی ضرور خارج کر دیئے۔ لیکن وہ تو ہمینی روایات و احادیث کتب اہلسنت میں بلا تغیر و تبدل بدستور قدیم نقل ہوتی چلی آتی ہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ تو ہمینی روایات و احادیث اہلسنت کے نزدیک صحیح اور معتبر ہیں پس اُن روایات و احادیث کی نقل سے فرقہ شیعہ کو توہین کا الزام دینا غلط اور محکم ہے



۱۰۔ مراحع اگر شیعہ شاعری ہوتا تو وہ جان لیتا کہ حضرات ابوبکر و عمر و دیگر کے فضائل  
 جملہ فرق اہلسنت کے نزدیک جھوٹے اور جعلی تھے اور اگر فضائل و مناقب صحیح اور  
 معتبر ہوتے تو جیسے انہار عقیدہ کے لئے اپنی اولاد کے نام خواجہ بخش بیر بخش میلن بخش  
 سالار بخش قطب بخش غلام محی الدین - غلام نظام الدین - غلام فرید یا بندہ علی -  
 کلب حسن - فضل حسین رکھ لیتا ہے اسی طرح اپنی اولاد کے نام غلام ابوبکر تصدق  
 ابوبکر - اولاد ابوبکر فضل عمر - بندہ عمر - کلب عمر بھی رکھتے - لیکن اہلسنت کے فرقوں  
 میں کسی مسلمان کا یہ نام نہیں ہے - لہذا ثابت ہو گیا کہ اہلسنت کے صحابہ کرام میں دنیا باطلی  
 کے سوا الہیت و روحانیت کی بوجہ نہ تھی یہ لوگ صرف اسلام پیشہ تھے - یہی وجہ  
 سے اہلسنت کے تمام اسلاف و اخلاف نے اپنے ادنیٰ ادنیٰ پیروں کی یادگاریں دنیا  
 میں قائم کیں لیکن ان صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی کوئی روحانی یادگار قائم نہیں کی  
 چنانچہ کوئی اہلسنت ان صحابہ کرام کی نہ نذر دلاتا ہے نہ نیاز نہ اُن سے منت  
 مانگتا ہے نہ اُن کے نام کا چیلہ باندھتا ہے نہ ناظر اُنہ مصیبت کے وقت اُن کو پکارتا  
 ہے نہ اُن کی بے یو تپا ہے نہ اُن کے نام کا لغو مارتا ہے نہ اُن کو وسیلہ عابدانہ یا  
 نہ اُن کے نام سے کوئی فقیر بھیک مانگتا ہے نہ دینا میں اُن کے نام کی کوئی دگاہ  
 ہے نہ آستانہ نہ طاق نہ منڈھی نہ صحابہ خاند نہ صحابہ باڑہ نہ خلیفہ باڑہ نہ اُنکے  
 نام کی چھڑیاں نہ جھنڈا نہ جھنڈی نہ طرہ نہ بدھی نہ اُن کے نام کی گیارہویں نہ  
 بارہویں نہ چھ ماہی نہ برسی حالانکہ شیخ سدوکا مرغا - میراں صاحب کبرا جناب  
 سید احمد کبر صاحب کی گائے وغیرہ مشہور نیازی ہیں مگر ان صاحبوں کی کوئی روحانی یادگار  
 نہیں بقول شیخ جسکی فاتحہ نہ درود - فاعتبرو وایا اولی لا بصائر ان مشاہدات  
 سے ثابت ہو گیا کہ اہلسنت خود تو ان حضرات کو، پیچ سچتے ہیں مگر شیعہ سے ان حضرات  
 کو ہادی برحق منوانا چاہتے ہیں - یہی خیال است و محال است وجہوں -

۱۱۔ مراحع اگر شیعیان علی سے ہوتا تو ضرور غور کرنا کہ فرقہ اہلسنت اپنی عالمی تشریح  
 کی ایک فرع بھی شیعہ کی خاطر یا شرم عالم یا خوف خدا سے ترک نہیں کرتا جیسے فرقہ

صبح میں الصلوٰۃ خیر من النوم۔ نماز میں قبض یدین جو فعل یہود ہے۔  
 رمضان کی تراویح۔ سرعت افطار صوم۔ اور معاملات میں طلاق بتہ جس کے ہر سال  
 ولد الزنا پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن فرقہ شیعہ سے اُن کا ایک اصول دین ترک  
 کرنا چاہتا ہے جب کہ بین نبوت قرآن میں موجود ہے۔ چنانچہ آیہ شوریٰ قتل لا  
 اسئلکم علیہ اجر الا المودۃ فی القربی سے عترت رسول کی مودۃ واجب  
 ثابت ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ اعدا جبکہ مقدمہ بھی واجب ہوا کرتا ہے۔  
 چونکہ تعزیر۔ علم ضریح۔ دلدل۔ ذواجنح۔ تربت۔ ماتم۔ نوحہ خوانی۔ سوز  
 خوانی۔ مرثیہ خوانی وغیرہ سب مودۃ واجب کے مقدمات ہیں۔ لہذا یہ بھی واجب  
 اور اُسی مودۃ واجب ایک عمل نویں ربیع الاول کا جلسہ مبارک ہے جس کو  
 فیض آباد کے مومنین مدۃ سے کر رہے ہیں اور اہلسنت اُس قدیم جلسہ کو بند کرانا  
 چاہتے ہیں جو بلاوجہ ظلم و حکم ہے۔ ہذا احد عشرۃ کاملہ  
 چونکہ رافع نے اپنے پفلٹ کے عنوان پر شیعہ اکابرین سے اپیل کی سُرخ  
 لکھی ہے جو ہمارے اجلاس پر پیش ہے لہذا اپیل منظور اور اپیلانٹ کو  
 ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ فیض آباد کے اہلسنت کی مذہبی کتب سے اُن صحیح  
 مومنین و جاں سوز اسلام و آیات و احادیث کو پہلے خارج کرادے کہ جن سے  
 فیض آباد کے مومنین کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے وقار شہر بخا  
 حرام کار۔ مشرک ثابت ہوتے ہیں۔ اُس کے بعد شیعان فیض آباد سے  
 نویں ربیع الاول کا خورد محل والا جلسہ جبراً ترک کرادیا جائیگا۔ فقط  
 احمد سلطان مصطفوی حشمتی۔ جج کورٹ شیعیمان ہند

**تقریظ (۱)۔** جہد امغ۔ ایڈیٹر انجم نے یا ایہا الرسول بلغ الاینہ کی اٹلی بیٹی تفسیر  
 لکھ کر کتاب پر خاک ڈالنے اور یہ دکھانے کی ناکامیاب کوشش کی تھی کہ اس پر یہ کوہنہ  
 اور خلافت جناب امیر المومنین سے تعلق نہیں ہے۔ اس کا بہت مفصل۔ تحقیقانہ اور حکمت  
 جواب جناب شمس العلماء مولانا سید سبط حسن صاحب فیض نے لکھ کر اُس رسالہ کی دھجیاں

اُڑادی ہیں۔ اور ثابت کیا ہو کہ آیۃ تبلیغ غدیر خم ہی میں اُتری۔ سولی سے مراد ادلی بالتحریف ہی ہے اور اس خلافت بلا فضل جناب میر ہی ثابت ہوتی ہے۔ رسالہ بہت قابلیت اور جامعیت لکھا گیا ہے۔ اگرچہ مولانا ممدوح کی علمی قابلیت ہی اسکے محاسن کی کافی ضمانت ہے۔ ضخامت ۹۶ قیمت ۱۲ روپے (۲) ابوطالب جناب علامہ سید محمد علی شرف الدین مرسوی دام برکاتہم نے حضرت ابوطالبؑ کے حالات میں زبان عربی ایک بہت دلچسپ لکھی ہے۔ وہ اس قدر مفید اور ذخیرہ معلوم ہو کہ حبیب محترم جناب لوی سید ظفر نے لکھا ہے کہ یہ سہیل بن دامن مجھ نے اس کا ترجمہ بہت میں اور عام فہم عبارت اور فصیح اردو زبان میں شائع کر دیا۔ جس کا نام ابوطالبؑ کھا حضرت ابوطالبؑ کے حالات میں اردو زبان اس سے بہتر اور پھر مختصر کتاب شاید نہ پیش کر سکے۔ کتاب بہت جامعیت لکھی گئی اور اسکی اردو ترجمہ بھی کمال قابلیت کیا گیا۔ ناظرین اصلاح ضرور متحکا کر ملاحظہ کریں۔ ضخامت ۱۰۲ صفحہ قیمت صرف ۷ روپے۔ دونوں کتابیں تفسیر سہیل بن دامن و سطور شریط لکھنؤ سے طلب فرمائیں۔ (۳) آیات محکمات جلد دوم کا دوسرا حصہ بھی خدا کے فضل سے اسی شان و شوکت اور اعلیٰ اہتمام کاغذ و کتابت و طبع آراستہ ہو کر شائع ہو گیا جس کا صفحہ ۱۵۸ سے ۱۰۸۴ تک ہے۔ دوسری جلد کے یہ دونوں حصے بہت اہم ہیں اسلئے کہ جو مباحث جلد اول میں لکھے گئے ہیں انکی تشریح و تفسیر اور انکے اسناد ان دونوں حصوں میں دیئے گئے ہیں۔ بجز ان دونوں حصوں کے جلد اول ثلثہ بلکہ قاعدہ مناظرہ کے اعتبار سے بیکار ہے۔ اس کتاب کی قوت تحقیق اور جامعیت کیلئے مذہب حق شیعہ کو قبول کر لیا۔ اسکی عنوان انا اس قدر نرم۔ مہذب۔ صلح آمیز اور مضامین پر کوشش سے سخت مخالف بھی بے تکلف دیکھ سکتے ہیں۔ واقعاً مصنف نے کمال کیا ہے۔ اسکی قیمت بھی مختصر ہے۔ جلد ہنگامیے دینے پھر بے دُربے بہا نہیں مل سکتا۔ پتہ جناب مولوی سید امیر حسن قاضی اول نعمتہ دار و طیہہ باب چاند گھاٹ جید آباد دکن۔ (۴) صفحہ الماتوا ششیل برد و قس الدین حسین مرتضیٰ مضافین مناظرہ اور خصوصاً غازی قس دین کی بحث بہت تفصیل نہایت دلچسپ لکھی ہے۔ مصنف جناب شامزادہ مرزا احمد سلطان صاحب شہید دہلی۔ مدح اس قدر شہادہ حق تحقیق و تحقیق اس قدر کم ہوئے کہ کئی کئی کتاب کی طرح شکار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس جلد کا پیر بھی آپٹ نایت جافنی دار لکھنؤ پڑھانے والے مطالب درج کیے ہیں۔ تذکرہ کا کتابت مولانا صاحب وغیرہ کے مصنف جو طبع لیا رہا ہے وہی اس میں بھی لکھا۔ اس جلد سے مدح ملے گی۔

جناب محترم سید الفاضل علی صاحب جیاندنی محل دھلی۔ ضخامت ۶۲ صفحہ قیمت ۸ روپے

بچہ کافی بزرگ دیکھ کر اسے علم کی ضرورت ہے

احمدیہ کہ  
رسالہ الحسب  
ابن سہاک کا پتہ  
مصنف

عالی جناب جی اظہار حسین صاحب  
بی۔ اے۔ محبہ طریٹ پشترام غزہ

باہتمام

سید محمد جعفر پرنٹر و پبلشر

مطبع اصلاح کجھوا  
میں چھپکر شایع ہوا

# ابن سبا کا پتہ مل گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطیبین اہل بیتہ  
ما بعد احقر العباد و سید اہل ہر سین عرص کر تا ہو کہ میں نے ایک سالہ موسوم ”وراثۃ انبیاء اور قرآن“  
لکھا تھا جس میں قرآن کے آیات و قصص سے ثابت کیا گیا ہو کہ جیسے والدین انتخاب تداویٰ بنی  
ولاد کے حوالے نہیں کرتے خداوند عالم بھی ہادی و رہنما کو انسانی انتخاب پر نہیں چھوڑتا بلکہ مسأ  
لفظوں میں ارشاد فرما ہو کہ انکا انتخاب تمہارے اختیار میں نہیں ہے انکو خداوند عالم خود مقرر  
کر تا ہو اور جیسا کہ کل انبیاء اور انکے خلفاء کو خداوند عالم نے خود مقرر فرمایا ویسا ہی سید المرسلین  
کے خلفاء کو بھی خداوند عالم ہی نے مقرر فرمایا۔ اجماع و استخلاف و شوروی وغیرہ سب  
نشا خداوندی کے خلاف تھا جسکی نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔  
اس رسالہ کے جواب کا جو صلیب عالم کو تو ہوا انہیں سلئے کہ قرآن سے کوئی ایک آیت یا کوئی  
یکہ قصہ نہیں بتا سکتا جو میک اصول کی تردید کرے لیکن صالح حسین صاحب کن چھپرہ نے ایک  
رسالہ لکھا جس میں قرآن کی آیتوں کے معنی اس طرح غلط بتائے کہ جسکی خداوند عالم مذمت  
کر تا ہو اور انکی منہج ثابت ہو اور جسکی طرح کر تا ہو وہ مجہول ہو جاویں۔ جو آیت عام ہو اس کو  
خود ذکر کے بیکار کر دیا ہو۔ اور جو محدود ہو اسکو ایسا عام کیا ہو کہ قرآن کی آیت کا کوئی  
نزن ہی باقی نہ رہا۔ اس ترکیب سے اس رسالہ کو لکھ کر میرے رسالہ کے جواب کے نام سے  
اشاعت کے لئے بھیجا گیا۔

جیسا کہ سرپاپ کو اینار کا پیار اہوتا ہو ویسا ہی ہر مصنف کو اپنی تصنیف پیاری ہوتی ہے  
بقول شیخ سعدی ع فرزند خود بجال غائد و علم خود بجمال۔ لہذا خیال قوی یہ ہے کہ صالح حسین  
صاحب نے اپنے رسالہ کا کوئی خوبصورت نام رکھا ہوگا۔ اور یہ فطری امر ہے۔ لیکن خداوند عالم  
بعض بعض وقت کمزین کا افشا راز خود اودن ہی کے ہاتھ اور زبان سے کر ا دیتا ہو۔ لہذا  
صالح حسین صاحب کے اوستا دے مصنف کے پسند کردہ نام کو قلم زد کر کے اس رسالہ کا نام  
ذریت ابن سبا قرار دیا۔ یعنی خود اس رسالہ کے نام سے ثابت ہو جاوے کہ تصنیف کیسی ہی  
اور اس کا مصنف کون ہو یعنی ”الْمُحَرِّفُ مَوْفٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کو تابی چھپرہ سے بچان

لئے جاوینگے (سورہ الرحمن)  
 اس نام سے شیعہ کے ناخوش ہونے کی وجہ نہیں ہے ہر سالہ و کتاب کا نام اس کے موضوع کی مناسبت سے رکھا جاتا ہے اگر رسالہ کسی اصول یا فرقہ کی تائید میں ہے تو صرف اس اصول یا فرقہ کے نام کے ساتھ وہ رسالہ موسوم ہوتا ہے جیسا کہ رسالہ شیعہ - المجدیث - القرآن و فلسفہ - اخلاق جلالی وغیرہ ان ناموں سے کوئی باہم شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ رسالہ شیعہ شیعہ کی - رسالہ المجدیث المجدیث کی - رسالہ القرآن - القرآن کی تردید میں لکھا گیا ہے یا اخلاق جلالی میں اخلاق حسنہ کی تردید ہے - بلکہ سب یہی سمجھیں گے کہ یہ رسالے اپنے اپنے اصول اور فرقوں کی تائید میں ہیں - ویسا ہی رسالہ ذریت ابن سبا اپنے اصول کی تائید اور خلافت کی تردید میں ہے - اگر واقعی مصنف ابن سبا کے مخالف ہیں اور اس کے اصول کی تردید کرنا چاہتے ہیں تو اس رسالہ کا صحیح نام رد وغیرہ کے ساتھ ہوتا - بہر کیف اگر کوئی شخص رسول ابن سبا کی ترویج اور قرآن و رسول کی مخالفت کرنا چاہتا ہے اور اپنے رسالہ کا نام ذریت ابن سبا رکھتا ہے تو دوسرے فرقوں کے مخالف یا رنج ہونے کی کون سی بات ہے - ہاں سچے مسلمان کو افسوس البتہ ہو گیا کہ اہل اسلام سے ایک شخص ایسا ہو گیا اور اس کے لئے دعا کرنا چاہتے کہ خداوند عالم اس کو راہ راست دکھاوے -  
 نہیں صاحب رسالہ ضرور خود اس نام سے متاثر ہوئے ہیں اور شرمائے ہیں - لیکن استاد کی عدول حکمی نہ کر سکے اور پھر کیونکر کیا کرتے اس لئے کہ استاد صاحب نے ذریت ابن سبا اس رسالہ کا نام رکھ کر بھاپ دیا جو سارے عالم میں شہر ہو گیا - اور تیرا زمانہ رفتہ کا مضمون ہو گیا - لیکن مصنف بیچارے نے احتیاط کیا کہ جو رسالہ میرے پاس بھیجئے ہر صفحہ میں اس نام کو قلم زد کیا ہے اور سرنامہ پر اس نام کو کاٹ کوٹ کر خلافت انبیاء و اصفیاء اور خلافت بنایا ہے - لیکن یہاں کے ماہذاں رازے کز و سازندہ خلفا کا مضمون ہو گیا -  
 میں صاحب حسین صاحب سے بعد ادب سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ کے استاد کو یہ مناسب تھا کہ آپ کی محنت کے معاوضہ میں عوض ثنائیتین کے آپ کو اس طرح بدنام کریں اور اس طرح بھاپ دیں ؟ آپ جواب دیں گے کہ ”ذریت ابن سبا“ سے رد ذریت ابن سبا مراد ہے - اور ذریت ابن سبا سے شیعہ مراد ہیں - تو ادا کوئی صاحب انہم یہ معنی نہیں پر دسکتا یہ خدا کی لعنت کی مہر ہے جو خود مصنف کے استاد کے ہاتھ سے اس رسالہ پر لگا دی گئی ہے جو اپنی اصلیت کو آپ ظاہر کر رہا ہے - دوسرے یہ کہ اگر آپ ہی کا معنی پر دیا ہوا مانا جاوے تو آپ کے باپ دادا کیا ہوئے - آپ کے استاد کو کم سے کم ایسا نام تجویز کرنا چاہئے تھا کہ آپ

اور آپ کے باپ دادا پر آئیخ نہ آوے۔

دیکھئے حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان وغیرہ نے اپنا آبائی دین چھوڑا لیکن اپنی بزرگوں کو کبھی برا بھلا نہیں کہا۔ سورہ احزاب کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے کہ اس میں ہجرت منافقین کے نام سے ولایت مذکور تھی لیکن چونکہ اونکی اولاد و مسلمان تھی انکی خاطر سے وہ منہ نام بقول آپ کے مفسرین کے نکال دیئے تاکہ آئینہ نسلوں کی خاطر شکنی نہ ہو۔ تو کیا آپ کے اُستاد کو آپ کے بزرگوں کا اتنا بھی خیال نہ ہوا کہ کم سے کم اونکو تو برا نہ کہتے۔ یہ سمجھتے پیش نظر کرنے کے بعد میں چھوڑتا ہوں کہ استاد و شاگرد خود آپس میں سمجھتا کر لیں۔ دشمن و امانہ از دوست نادان۔

اب میں مختصر طور سے یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ابن سبا کا اصول شیعوں کے مطابق ہو سکتا ہی یا سنت و الجماعہ کے مطابق۔ جس سے معلوم ہو کہ واقعی کون فرقہ اس ملعون کا پیروہی۔ اور کون کون سے صنف صالح حسین صاحب سم با سہمی ہی یا ابن سبا کی تردید میں لکھا گیا ہو۔

ابن سبا۔ ابن ابوقحافہ۔ ابن خطاب۔ ابن عفان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سب کے قبل بعثت رسول مقبول کا فرض شرک۔ یہود یا نصاریٰ و تہمی۔ اور سبکی ایک حالت تھی۔ بعد نبوت رسول مقبول سارا جہیزہ العرب سلمان ہو گیا۔ کچھ تو واقعی خالص سلمان ہوئے اور کچھ منافق۔ جو خالص سلمان ہوئے وہ خوش و شاد و فرحان اور رسول مقبول کے ممنون کہ کفر کی ضلالت سے نکال کر نور ہدایت میں داخل کر دیا۔ اور جو سلمان منافق تھے وہ دل ہی دل میں جلا کے گرائی گئے۔ آبائی دین کو مٹا دیا اور اپنا دین سب کے گردن میں ڈال دیا اور موقع کے متمنی تھے کہ کیسے بانی اسلام سے جھگڑا رائے اور کیسے اسلام کو خراب کریں۔ اب اس دو قسم کے سلمانوں کا اصول کیا ہو سکتا ہو اور ملے نظر کیا ہونا چاہئے۔ جو یہود۔ نصاریٰ۔ کافر اور مشرک سب کے دل سے سلمان ہوئے انکا مسلح نظر اطاعت رسول اور ہوا خواہی خاندان رسول ہو گا۔ جن ذات ہی انکو نور ایمان ملا اس ذات کی اولاد کو کون کہے کہ اُس ذات کے کُشت کو سر پر رکھیں اور خاک پا کو سر پر بنا دیں تو کم ہے۔

لیکن جو یہود۔ نصاریٰ۔ کافر اور مشرک غاصبی مسلح ہوئے اور اپنے آبائی دین کے ٹٹنے سے جلے جاتے تھے اُن کا اصول بس یہی ہو سکتا تھا کہ اگر ممکن ہو تو رسول ہی کو قتل کر کے اپنے دین پر لوٹ جاویں ورنہ اُن کے آل و اولاد سے اُن مقتولین کا بدلہ لیں جو رسول کے جہاد میں قتل ہو کر مصلح بن گئے۔

ابن سبا اصول اور سنی اصول کو ملائیے کہ کس قسم کے مسلمانوں کے اصول سے ملتا ہے۔ اگلے زمانہ کے کارنامی تو بالکل جگر خراش ہیں۔ اسوقت کے کارنامے ملاحظہ ہوں۔ شیعیہ ائمہ آٹھ عشر۔ حضرت فاطمہ۔ خاندان رسول خدا کے مقبرے تعمیر کرتے ہیں۔ توسنت و الحقاقت شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ فی الدین۔ ابو حنیفہ منصور علاج جولاہے دھنئے وغیرہ کے مقبرے تعمیر کرتے ہیں۔ ابن سعود قبر حضرت آمنہ مادر رسول خدا۔ خدیجہ زہرا و جبر رسول خدا۔ ابوطالب عم رسول خدا حضرت فاطمہ زہرا النساء۔ و اولاد فاطمہ زہرا و حسین شہید کربلا قبر حضرت حمزہ عم رسول خدا کو سمار کرتا ہے تو شیعیہ اس فعل پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتے ہیں اور سنت و الحقاقت یہ کہ تائیاں بجاتے ہیں۔ اور ابن سعود کی سلطنت کی بقائے لئے ہر غامض دغا کرتے ہیں۔ اسی ذہن ہی بات سے ثابت ہو کہ کس فرقہ کا اصول اور طریقہ ان یہودیوں اور مشرکوں کے مطابق ہے جو بظاہر مسلمان ہوئے تھے لیکن دل سے رسول خدا سے اور اسلام سے ناراض تھے اور اسکو خراب و بد باد کرنے کی قیاس کھائے بیٹھے تھے۔ اس اصول اور فرقہ کو مد نظر رکھ کر جو شخص صالح حسین کے رسالہ کا مطالعہ کر چکا وہ فوراً فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ رسالہ شاہ احمد اسم با سنی ہے اور دنیا کو صاف پتہ چل گیا کہ کون ابن سبا ہے اور کون ذریت ابن سبا۔ اور میں تو خدائی کرشمہ کی داد دیتا ہوں کہ کیونکر اپنے ہاتھ سے آپ دشمنان حداد رسول کا پیروہ فاش ہوا اور جو قصہ شاہ صاحب نے سو برس قبل دوسروں کے لئے افشاء کیا تھا وہ خود اویٹھس کے فرقہ پر چسپاں ہو گیا۔

اس رسالہ کے جواب کجواب کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ واقعی یہ رسالہ میرے رسالہ کا جواب نہیں ہے۔ میں نے اپنے رسالہ میں اصول خلافت اپنا و آیات قرآنی اور قصص فرقانی سے ثابت کیا ہے۔ اور صالح حسین صاحب کے رسالہ میں نہ کوئی اصول ہے اور نہ قاعدہ بلکہ قرآن کے معنی بگاڑے گئے ہیں اور خاندان رسالت سے ہر طرز میں بغض و عناد عیاں کیا گیا ہے جسکی وجہ سے یہ رسالہ اسم با سنی ہو گیا۔ تاہم میں نے ایک رسالہ موسوم بہ آل و اصحاب لکھا ہے۔ جس میں قرآن کی آیات سے ثابت کیا ہے کہ آل کے کینہ و قہر اور اصحاب کی کیا قدر و منزلت تھی اور قرآن کس کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور کس کی لیدر سے منع کرتا ہے۔ اس ضمن میں صالح حسین صاحب اور ان کے دو سرے مخالفین جو



جو قرآن کے معنی میں انفر کرتے ہیں وہ بھی واضح ہو گیا۔ افسوس کہ قبل اسکے کہ یہ سالہ مطمح میں جاوے نچھکو مسفرج در پیش ہو گیا اور میں اس وقت دمشق میں مقیم ہوں۔ خدا کرے کہ جن کے ذمہ مسودہ کر آیا تھا وہ جلد اس کو صاف کر کے مطبع میں بھیجیں اور

صاحب حسین صاحب کو ایک نسخہ یہ کر دیں۔ صاحب حسین صاحب یثرب کے قبلہ فخر الحکماء صاحب ایڈیٹر اصلاح کے بہت قریبی رشتہ دار ہیں اور تبدیل مرہب کر کے شیعہ سے سنی ہو گئے ہیں۔

آپ یہ نہیں جانتے کہ صحیح شیعہ وہ ہو سکتا ہے جو باپ دونوں طرف سے کم سے کم رشتہ میں پشت تک شیعہ رہا ہو۔ اگر اس ذہن پر پشت سے انحر کوئی جانب بنی۔ نہ واجماعہ ہو تو ایسی اولاد کو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شیعہ سے سنی ہو یا سنی سے شیعہ ہوا ہے بلکہ کل سنی میں جمع الی اصلہ کے مصداق اولاد صاحب والدین کے صاحب فرد کی طرف رجوع کر گئی اور اولاد طالع والدین کے طالع فرد کی طرف رجوع کر گئی۔

یہ ایب اصول ہے جو ہر انسان پر صادق آتا ہے اور کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے مثلاً حضرت نوح کا بیٹا ابی والدہ کی طرف رجوع کر کے بدکار ہوا اور غرق طوفان ہوا پس اگر اڑ طیر النعم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو صاحب حسین صاحب کے باپ دادا پر دراداد۔ اور داوی اور داوی کے باپ ماں کا نام لکھ کر حضرت قبلہ و کعبہ فخر الحکماء دام ظلہم کے کسی شخص سے رشتہ ملا کر دکھادیں تو خیر ورنہ قرآن نے جو کا ذہن کی سزا لکھی ہے اوس کے مستحق ہوں گے۔

اور فرض کیا کہ صاحب حسین صاحب اپنے کو کسی طرح کھینچناں کر حضرت فخر الحکماء دام ظلہ کا رشتہ دار بنا دیں بھی (کیونکہ حضرت قبلہ و کعبہ فخر الحکماء دام ظلہم کا وطن کھجور میں ہے جبکہ صدر مقام کھجور ہے اور صاحب حسین صاحب کا وطن کھجور میں ہے اور پہلے شیعہ حضرت اکثر سنی حضرات کی لڑکیوں سے شادی کر لیتے تھے۔ اسی وجہ سے کھجور کے بھی بعض مومنین نے سابق زمانہ میں کھجور کے اہلسنت حضرات کی لڑکیوں سے شادی کی اور چونکہ کھجور کے اُن مومنین کو حضرت قبلہ و کعبہ فخر الحکماء دام ظلہم سے بھی قرابت تھی اس وجہ سے جس طرح وہ مومنین صاحب حسین صاحب کے رشتہ دار ہوئے اسی طرح صاحب حسین صاحب اپنے کو اقلیدس کے اصول کے مطابق حضرت فخر الحکماء دام ظلہم کا بھی رشتہ دار بنائیں) تو یہ ایسے ہی رشتہ دار ہیں کہ آج تک حضرت فخر الحکماء دام ظلہ

کی صورت بھی صالح حسین صاحب یا ان کے باپ یا انکی ماں یا دادی نے نہیں دیکھی ہے۔ اگر صالح حسین صاحب اپنی خوش قسمتی سے حضرت حجتہ الاسلام دام ظلہم کی اس نورانی صورت مبارک کی زیارت کئے ہوئے تو غالباً کسی کے دام میں پڑ کر اپنے بزرگوں کی روح کو صدمہ نہ پہنچاتے اور ان کا نام ذریت ابن سبا نہ رکھتے۔

میں دیکھتا ہوں کہ جن جن شیعوں کے تبدیل مذہب کا دعویٰ کیا جاتا ہے انہیں کچھ نہ کچھ بھید ضرور ہے۔ کہیں دنیاوی منفعت کا لالچ۔ کہیں اپنی بے بسی اور دوسروں کے پنجہ میں گرفتاری۔ کہیں کچھ اور کہیں کچھ۔ مثلاً صالح حسین صاحب پچھنے میں یتیم ہو گئے اور ان کو مدرس۔ خادم۔ اتالیق اور ننگوں اور ٹوٹی کلکڑ کوڑا آنی وارٹس سب کے سب سنی ملے جس سے انکے پنجہ میں گرفتار ہو کر اپنے باپ دادا سے منحرف ہو کر اپنی دادی کی خاندان کی طرف رجوع کر گئے۔

ایسی حالت میں کون سی فخر کی بات ہوئی اگر پیرو کی شخصیت پر کسی مذہب کو فخر ہو سکتا ہے تو وہ مذہب شیعہ ہے جس کو غیر فرقہ دالے بطیب خاطر۔ بلا جبر و اکراہ اور بغیر کسی ذاتی خصوصیت کے قبول کر کے بحیب الطریقہ ہو چکا ثبوت دیتے ہیں مثلاً حضرت محمد بن ابی بکر جو بغیر جبر و اکراہ اپنے مذہب پر مری کو ترک کر کے شیعہ ہو گئے۔ اور بیچارے کو رافضی کا خطاب ملا۔ یزید پلید کے بیٹے معاویہ نے مذہب شیعہ اختیار کر کے اپنے باپ کی سلطنت پر لات ماری اور علیحدہ ہو گیا۔ اس سے قریب تر زمانہ میں آئیے تو اور ننگ۔ مانتب بہ عالم گیر شیعہ ہو گیا جبکی آخری وصیت قابل دید ہے جس میں وقت آخر وہ بیچارہ خدا کے حضور میں مذہب شیعہ کا اقرار اور اہلسنت و الجماعت سے تبرا کر رہا ہے۔ او۔ اس کا بیٹا داراشکوہ بھی شیعہ ہو گیا تھا۔

اس کے بعد اور قریب زمانہ میں آئیے تو صدر اعظم و حید صاحب مرحوم و نواب امداد امام صاحب مظلمہ اور ان کے دونوں صاحبزادے بلند اقبال سرسید علی امام و سید حسن امام صاحب سب کے سب نے مذہب اہلسنت و الجماعت کو خیر باد کہہ کر مذہب شیعہ قبول کیا۔ جن میں کیسی طرح کی کوئی ذاتی غرض نہیں دکھائی جاسکتی۔ سب کے سب بلا جبر و اکراہ و بعد تحقیق کامل مذہب حق کے دائرہ میں داخل ہوئے ہیں۔

یہ وہ فرد ہیں کہ جن کے دادیہالی اور نانیہالی پشتوں میں جہاں تک چاہئے چلے جائیے کہیں جھول نہیں کل سکتا۔ یہ حضرات نہ کبھی شیعوں کے دُبَخے میں پڑے اور نہ مثل صالح حسین صاحب شیعوں کے زیر اثر ایک دن بھی رہے۔ ایسے آزاد اور محقق شخصوں کا تبدیل مذہب کرنا معنی دار و۔ اور صالح حسین کا تبدیل مذہب معنی دیگر دار و۔ دوسرے

چوں کلوخ انداختی بد روئے دتمین چناں دان کا ندرا ما جش نشستی لہ  
فقط راقم السید احسن

لے اس رسالہ کے ناظرین کرام کی خدمت عالیہ میں التماس ہو کہ چونکہ اس مضمون کا تعلق ہمارے مطبوعہ رسالہ ذراشتہ انبیاء اور قرآن سے ہے جسکو شائع ہوئے دو تین سال گزر گئے اور اسی کے جواب لکھنے کی ناکام کوشش صالح حسین صاحب کی تھی جسے بطور تبصرہ یہ مختصر رسالہ بھی شائع کیا جاتا ہے۔ لہذا اس مختصر رسالہ کا لطف اُس وقت زیادہ حاصل ہو گا جب ہمارا مذکورہ بالا رسالہ ذراشتہ انبیاء اور قرآن بھی آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں گے اُس رسالہ کو ہم نے انگریزی زبان میں بھی چھپوادیا ہے تاکہ جو قومیں اردو زبان نہیں جانتی ہیں اور اسلامی مسائل سے دلچسپی رکھتی ہیں اس مسئلہ کو اس طرح آسانی سے دیکھ سکیں احمد لہر کلاس وقت تک نہ اردو رسالہ کا جواب کسی شخص سے ہو سکا اور نہ انگریزی زبان کے رسالہ کی رو کسی سے ممکن ہوئی۔ دونوں زبان کے رسالے انجمن باب العلم کچھواکو دیدیئے گئے ہیں جن حضرات کو ضرورت ہو انجمن مذکور کے ناظم صاحب سے اُن کو طلب فرما سکتے ہیں جو حضرات طلب فرمائیں وہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ضرور دکھائیں - ۱۲ منہ

تیرہویں مجلس محرم کی پانچویں رات کی۔ حسین نبیوں  
 کی صفیتیں لکھی گئیں۔ اور حضرت امام  
 حسین علیہ السلام کی سخاوت اور رحم دلی دکھائی گئی ہے کہ  
 کس طرح حر کے لشکر کو سیلاب کیا۔ آخر میں حضرت کی پیاس  
 کی مصیبت کا بیان ہے۔

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ خدا فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا  
 بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ یعنی ہم نے بعض پیغمبروں کو دوسرے  
 پیغمبروں سے افضل بنایا (پارہ ۳ رکوع ۱) اس سے ثابت ہوا کہ  
 جو پیغمبر گزرے ہیں وہ سب ایک درجہ کے نہیں تھے۔ بلکہ بعض پیغمبر  
 دوسرے سے بہتر اور بعض اُن سے بھی افضل تھے۔ اگرچہ یقیناً  
 کسی دلیل سے یہ بات نہیں معلوم کہ کتنے پیغمبر دنیا میں آئے مگر مشہور  
 یہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہوئے ہیں۔ ہم لوگوں کو بس اتنا اعتقاد  
 کر لینا چاہیے کہ جس قدر بنی آئے اور جو حضرات اُن پیغمبروں کے وصی  
 تھے وہ سب حق ہیں۔ اور جن نبیوں کے نام قرآن مجید میں درج ہیں اُنکی  
 نبوت ماننا دین اسلام کا ضروری کام ہے۔ جیسے حضرت آدمؑ،  
 نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ، صالحؑ، یونسؑ، زکریاؑ،  
 اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ،  
 الیاسؑ اور عیسیٰؑ اگر ان سب حضرات کو بنی برحق جاننا اور انکی پیغمبری

کا اقرار کرنا واجب ہے۔ جو شخص ان میں سے ایک بنی یا پیغمبر کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے۔ ان پیغمبروں میں پانچ سب افضل ہیں۔ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ اصلی اللہ علیہ آکھ وسلم۔ انہیں پانچ پیغمبروں کو انبیاء اُولوالعزم کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر پیغمبر کی شریعت نے پہلے پیغمبر کی شریعت منسوخ کر دی تھی۔ ان پانچوں پیغمبروں میں بھی سب افضل حضرت محمد مصطفیٰؐ اور حضرت کے بعد حضرت ابراہیمؑ سب نبیوں سے افضل ہیں۔ اور عقل بھی کہتی ہو اور حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ ہر نبی اور پیغمبر پیدا ہونے کے وقت سے مرتے وقت تک سب بڑے چھوٹے گناہ سے معصوم تھے یعنی بھولے چوکے بھی کسی سے کبھی کوئی گناہ نہیں ہوا۔ نہ وہ حضرات کبھی کوئی چیز بھولتے تھے نہ کبھی ان سے کوئی غلطی ہوتی تھی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر کا بھیجنا خدا پر واجب تھا تا کہ بندے گمراہی سے بچے رہیں۔ اب اگر یہ حضرات بھی گناہ کرتے۔ یا ان سے بھول چوک ہوتی تو نہ ان کو کوئی مانتا نہ ان کی پیروی کرتا۔ نہ انکی کسی بات پر کسی کو اعتماد ہوتا۔ سب لوگ کہتے کہ جیت خود بُرا کام کرتے ہیں تو پیغمبر کیسے ہونگے۔ اور جیت خود باتیں بھول جاتے ہیں یا ان سے غلطی ہوتی ہے تو کیسے ان کو خدا کی طرف سے جو باتیں یہ لاتے ہیں انہیں بھی یہ بھولے نہیں۔ یا ان سے غلطی نہیں ہوتی۔ اللہم صَلِّ عَلَی الْحُسَیْنِ وَآلِ الْحُسَیْنِ یہ بھی جاننا چاہئے کہ ضروری ہے کہ پیغمبر اپنی تمام امت سے افضل اور سب

زیادہ علم والا ہو۔ اُس میں کمال کی کل صفیتیں پائی جائیں۔ جسے عقل سمجھ ذہن  
 رائے کی قوت۔ پاکدامنی۔ بہادری۔ سخاوت۔ نرمی۔ خوش اخلاقی۔ زہد۔ نیکو  
 کاروں یا عالموں کا پاس۔ اور دین داروں کا خیال وغیرہ۔ اور یہ بھی ضروری  
 ہے کہ وہ کمینہ۔ بخل۔ لالچ۔ حرص۔ حسد۔ دنیا کی محبت۔ مال و جاہ کی فریفتگی۔  
 بداخلاقی۔ بُزدلی وغیرہ بُری صفتوں سے بالکل پاک ہو۔ اور جو بیماریاں  
 لوگوں کی نفرت کی ہیں جیسے کوڑھ۔ جذام وغیرہ اُس میں نہ ہوں اور اُس کے  
 نسب میں بھی کوئی عیب نہ ہو۔ جیسے وہ حرام زادہ نہ ہو یا اُس کے باپ دادا  
 کیسے نہ رہے ہوں۔ اور اُس سے بھی کوئی کمینہ پن یا پچھوڑ پن نہ ظاہر ہو۔  
 جیسے بازار میں کھاتے پھرنا۔ بے وجہ لڑائی جھگڑا کرنا۔ تہذیب گری  
 ہو نہ ہنسی مذاق کرنا۔ یہ بھی یقین رکھنا چاہئے کہ جتنے پیغمبر گزریے  
 ہیں اُن کے باپ دادا کا فر نہیں تھے۔ اس لئے کہ انبیاء، کافروں کے مُکلب  
 پیدا نہیں ہوتے ہیں۔ اور اس بات کا بھی اعتقاد رکھنا چاہئے کہ کل پیغمبر  
 ہمارے بارہوں نام سب فرشتوں افضل ہیں۔ اس ضمن کی حدیثیں بھی  
 بہت ہیں اور عقل و دلیل بھی کافی ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سُلَیْمٰنَ بْنِ اَبِیْ مُحَمَّدٍ  
 بہت سے جھوٹے لوگ بھی پیغمبری کا دعویٰ کر بیٹھتے۔ (لکھ کیا بھی) اس وجہ  
 سے خدا نے اپنے ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی معجزہ بھی ضرور دیا جس سے حق  
 کی حقیقت اور سچائی معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے کہ جو شخص خدا کے پیغام  
 لانے کا دعویٰ (جو کتنا بڑا دعویٰ ہے) کرے تو کسی کو کیسے معلوم ہو گا کہ یہ  
 سچا دعویٰ کرتا ہے یا جھوٹا۔ ہاں جب پیغمبری کا دعویٰ کرنے کے بعد وہ ایسا

کوئی کام کر دکھائے جسکو اُس زمانہ کا دوسرا کوئی شخص کر سکے تب ضرور عقل کہیں گی کہ یہ پیغمبر ہے۔ اسی ایسا کام اُس نے کر دیا جو دوسرے نہیں کر سکے۔ اُسی کام کو جو پیغمبر اپنے دعوے کے بعد لوگوں کو ایسا دکھائے جسکو دوسرے لوگ نہ کر سکیں معجزہ (عاجز کرنے والی بات) کہتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ جیسے حضرت صالحؑ کی قوم نے آپؑ سے معجزہ طلب کیا تو حضرت صالحؑ نے پہاڑ سے ایک ایسی اونٹنی بچہ کے ساتھ نکالی جسکے دونوں پہلو پہاڑ کے درزہ میں جو ایک میل چوڑا تھا رگڑا کھاتے تھے۔ ایک روز پورے گاؤں کا پانی پی جاتی۔ اور دوسرے دن اُن گاؤں والوں کے لیے ویسا ہی دودھ دیتی کہ سب لوگ سیر ہو کر پیتے۔ یا جیسے حضرت ابراہیمؑ کا معجزہ کہ آپؑ کے زمانہ کے ظالم بادشاہ نمرود نے آپکو منجیق میں کھکراگ کے بڑے ڈھیر میں پھینک دیا۔ اُس آگ میں حضرت ۴۰ روز تک پڑے رہے۔ مگر نمرود کی آگ خدا کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ پر گھڑا رہ گئی اور پتھر پر آپ کے پاؤں کا نشان ہو گیا جو اب خانہ کعبہ میں مقام ابراہیمؑ پر لگا ہے۔ یا جیسے حضرت موسیٰؑ کے دو معجزے مشہور ہیں۔ ایک کہ جب حضرت کے زمانہ میں ملک مصر کے بادشاہ فرعون کے سامنے جادو گروں نے اپنی لاٹھیاں یا رسیاں پھینکیں اور وہ سانپ بن کر پھرنے لگیں تو حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا۔ وہ اڑ دیا بنکر اُن سب سانپوں کو بھگ لیا۔ اور جب حضرت موسیٰؑ نے اس اڑے کو پکڑا تو پھر وہ عصا بن گیا۔ دوسرا معجزہ یہ کہ جب آپ جیب میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تو وہ

سلا منجیق ایک لہ تھا جتنیں ہزار کے لوگ پتھر کھکرتی تھیں اور انکو مارتے تھے۔ ۱۲

افتاب زیادہ چمکتا۔ اسی سے آپ کے ہاتھ کو یدِ نبیٰنا نکلتے تھے۔ یا جیسے  
 حضرت عیسیٰ کا معجزہ کہ مردہ کو جلا دیتے۔ انہرے اور سفید رخ والوں کو اچھا کر دیا  
 ہر قسم اور سخت سے سخت بیماریوں والے پیاس ہزار مریضوں کو اچھا کر دیا۔  
 غیب کی خبر دیتے۔ مٹی کا پتلا بنا کر اڑا دیتے۔ پتھر اور ڈھیلوں کو چمکدار موتی  
 کر دکھاتے۔ اللہُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔  
 اسی طرح ہزاروں معجزے سچے اور برحق پیغمبروں نے دکھائے۔ مگر ان  
 سب کو دیکھ کر بھی بہت کم لوگ ایمان لاتے تھے۔ کیونکہ حق کے ماننے والے  
 بعد تو ہمیشہ تھوڑے ہی ہوا کئے۔ اور باطل کے پیرو زیادہ ہی ہے۔ جو ان  
 پیغمبروں کی ہر قسم کی حقیقت دیکھنے پر بھی انکی مخالفت کرتے اور ان کی  
 دشمنی پر آمادہ رہتے۔ حضرت امام حسینؑ بھی حق پر تھے۔ اسی آپ کی طرف  
 لوگ کم رہے اور حضرت کے مخالفوں کی تعداد زیادہ ہی تھی۔ حضرت جبریلؑ  
 چھوٹی سی فوج اور عورتوں اور ننھے ننھے بچوں کے ساتھ کوفہ کی طرف چلے  
 جا رہے تھے تو منزل شراف پر پہونچ کر سب شکوں اور شرہوں میں لوگوں نے  
 پانی بھرا اور آگے روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے دو پہر ہوئی تو ساتھیوں سے ایک  
 شخص نے زور سے اللہ اکبر کہا۔ حضرت نے بھی فرمایا اللہ اکبر۔ پھر ان سے  
 پوچھا کہ بھائی کیا نئی بات دیکھی جس پر تعجب کی؟ جواب دیا کہ ایسا باغ نظر آتا  
 ہے جو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اد لوگوں نے بھی یہی کہا۔ حضرت نے فرمایا  
 غور سے دیکھو کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اچھی طرح دیکھ کر عرض کی اے مولا! ہمیں تو  
 گھوڑوں کے کان اندیزوں کی نوکیں نظر آتی ہیں حضرت نے فرمایا ہاں



خدا کی قسم یہی بات ہے۔ کچھ اور بڑھے تو معلوم ہوا کہ دشمنوں کا لشکر آ رہا ہو جسکے  
 نیزے خوب تیز اور چمکتے ہوئے تھے۔ حضرت نے ایک مقام پر پہنچ کر اپنے غنم  
 نصب کرائے اور اتر پڑے جسکے بعد حُر کا ایک ہزار سواروں کا لشکر  
 پہنچ گیا۔ جسکے سپاہی خود اور زرہ وغیرہ میل میں قدر چھپے ہوئے تھے کہ  
 سو آ نکھوے ان کا اور کوئی بدن دکھائی نہیں دیتا تھا۔ غرض سوار فوج  
 محمد نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیوں کے سامنے اپنا خیمہ نصب کرایا۔  
 جب پھر دھلی تو آفتاب کی گرمی سے وہاں کی زمینیں لوہے کی چادر اور آگ کا  
 میدان معلوم ہوتی تھی۔ اور حُر کے لشکر کا سب پانی ختم ہو چکا تھا۔ اُسکے  
 سپاہی پیاس سے تڑپ رہے تھے اور گھوڑوں کی زبانیں ہانپ رہی تھیں۔  
 باوجودیکہ حضرت سمجھ گئے تھے کہ یہ دشمن کی فوج ہے اور میرا گرفتار کرنے کو  
 بھیجی گئی ہے۔ مگر سبحان اللہ حضرت تو رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ کے جانشین تھے آپ  
 اُن سواروں اور اُنکے گھوڑوں کی پیاس کبھی نہیں گئی۔ تڑپ گئے اور  
 بے چین ہو کر ساتھیوں فرمایا کہ بھائیو! جلد ان لوگوں کو پانی پلا کر انکی پیاس  
 بجھاؤ اور خوب بھی طرح سبکی سیلاب کر دو۔ پھر خود حضرت اور جناب عباسؓ  
 جناب علی اکبرؓ وغیرہ اُس فوج کو پانی پلانے پر آمادہ ہو گئے۔ اور اُن کے پیالوں  
 کٹوروں وغیرہ کو پانی سے بھر بھر کر سب کو سیلاب کر دیا۔ پھر گھوڑوں اور اونٹوں  
 کے سامنے کاسے اور طاس پانی سے بھر بھر کر لگائے گئے۔ جہ جہ جانور  
 پانی پی کر تین تین چار چار مرتبہ اپنے منہ پھر لیتے تب انکو سامنے سے وہ  
 برتن ہٹائے جاتے تھے۔ حُر کے لشکر کا ایک شخص علی بن طحان محارب بنی

کہتا تھا کہ میں فوج کے پیچھے رہ گیا تھا اور سب کے آخر میں ہاں پہنچا۔ تو حضرت امام حسینؑ کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ آپ نے میری اور میرے گھوڑے کی سخت پیاس ملاحظہ فرمائی تو گھبرا گئے اور اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ جس اونٹ پر پانی کی مشکیں ہیں اسکو فوراً بٹھا کر مجھے پانی پلا دیں۔ پھر مجھے فرمایا کہ مشک کو جھکا لو تاکہ اچھی طرح پانی گرنے لگے مگر میں اچھی طرح مشک کو جھکا نہ سکا تو حضرت خود میرے پاس پہنچ گئے اور مشک کو جھکا کر اس کا دہانہ میرے منہ سے لگا دیا جس سے میں اچھی طرح سیر ہو گیا۔ پھر میں نے اپنے گھوڑے کو بھی سیراب کر دیا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

آپ لوگوں نے اپنے آقا اور مولائی رحم دلی کا حال تو سن لیا کہ دشمن پر بھی کتنی نہر بانی کی۔ مگر کیوں بی یو! جس کریم اور رحیم نے اپنی ساتھیوں کی پیاس کا خیال نہیں کیا جس نے دیا دل نے اپنی عورتوں کی پیاس کا لحاظ نہیں کیا۔ جس نے سخی بے اپنے ننھے ننھے بچوں کی پیاس کی پروا نہیں کی بلکہ اپنا سبب اپنی اپنے دشمن کے سپاہیوں اور گھوڑوں، اونٹوں کو پلا دیا اس کے اس احسان کا بدلہ ہی تھا کہ اس پر پانی بند کر دیا جاے اور تین دن تک پانی سے اسکو اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو تر پایا جاے۔ حضرت ہر شخص سے فرماتے تھے اے قوم پانی کا ایک قطرہ مجھے پلا دو کہ میرا کلیجہ سخت پیاس سے کھڑے کھڑے ہو رہا ہے۔ مگر ادھر سے جواب دیا جاتا تھا اے حسین! آپ دیکھتے ہیں ات کا پانی کیسا چمک رہا ہے لیکن مرنے پر بھی آپکو ایک قطرہ تک نہیں ملیگا۔

اس وقت کی حالت کو ایک شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔

ہے ہے کلمہ گو یوں کو کچھ رحم نہ آیا  
منظوم کو سید کو مسافر کو ستایا  
اک قطرہ ترس کھا کے نہ پانی کا پلایا  
پانی کے عوض پیاسی کا خوراکہ بہایا  
فوارے بہو کے تن اٹھ رہے رواں تھے  
تشنہ دہن اوس خون میں شیریں تھیں  
آہ آہ اس کے بعد تو شاعر نے اور بھی تڑپانے والے اشعار  
لکھے ہیں کہ ۵

یہ واقعہ لکھتے ہیں یہاں راقم اخبار  
جناں قاتل کے تلے تھے شہ ابرار  
منہ پیٹ رہے تھے حرم احمد مختار  
آثار قیامت ہو ناگاہ نمودار  
دیکھا کہ سوے ابن علی آتی ہے نہرا  
کالی کھنی پہنے جلی آتی ہے نہرا  
دوڑی ہوئی مقل کے وہ نزدیک آئی  
ثابت ہوا اس دم کہ یہ نہر کی ہے جانی  
چلائی کہ اے شمت کہ ہر مرا بھائی  
لے خاک کہ ہر ہے مری ماں کی کمانی  
لے چرخ محمد کے نواسے کو تباہ  
اے نہر کہنی روز کے پیاسے کو تباہ  
سر پیٹ کے کہتی تھی کبھی - اے برادر  
کیا تجھ پہ بنی اے مگر بھلے برادر  
منظوم برادر مگر دکھ پائے برادر  
تلواروں میں رستہ بھی نہیں پاتی پٹ پٹ  
کیونکہ تھے لاشے پہ بہن آئے برادر  
لونی بیو سر پیٹو گریباں کر دچاک  
مخروم زیارت کہی جاتی ہے زینب  
ہلتی ہے زمین اور بہرہ کو ہیں فلاک  
لوہی بیو سر پیٹو گریباں کر دچاک  
ہلتی ہے زمین اور بہرہ کو ہیں فلاک  
کوئین میں سن واقعہ سے حشر بپا ہو  
آہ بی بیو! اسکے بعد جو ہوا - کیونکہ بیان کروں  
پانی نہ پیاسے کو تہ تیغ جتا دیا  
آخر اخل نے جام شہادت پلا دیا  
افسر کو نذر کاٹ کے پیاسے کا نہرا  
دوڑا کے گھوڑے لاش کو پال کر دیا

۱۲ چودہویں مجلس محرم کے پانچویں دن کی جس میں حضرت  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی عزت و شرف  
جناب ہاشم جناب عبدالمطلب جناب فاطمہ بنت اسد کے مختصر  
حالات لکھے ہیں۔ آخر میں حضرت امام حسینؑ سے جناب  
ام سلمہ کی محبت اور عاشورا کے روز ان کا آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کو خواب دیکھنا لکھا گیا ہے۔

(۱۲ چودہویں مجلس)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ خدا فرماتا ہے اللہ نے علم دیا کہ جہاں جہاں رسالۃ  
یعنی خدا جس جگہ اپنی پیغمبری کا شرف دیتا ہے اُسکو وہی خوب جانتا ہے۔  
اس میں خدا اس بات کو سمجھاتا ہے کہ خدا جس خاندان یا جن لوگوں میں سے  
کسی شخص کو پیغمبر بناتا ہے اُسکی عزت۔ اُسکی قابلیت۔ اُسکی بزرگی کو سب  
زیادہ خدا ہی جانتا ہے۔ جیسے ہمارے پیغمبر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خزان  
بنی ہاشم سے چنا۔ جو دنیا میں سب سے زیادہ شریف اور بزرگ تھا۔ ایک دفعہ  
حضرت جبریل نے حضرت رسول خدا سے کہا کہ اے حضرت میں نے دنیا بھر  
کے پورے کچھ کے لوگوں میں ڈھونڈا مگر آپ سے افضل نہ کوئی آدمی ملا  
نہ خاندان بنی ہاشم سے افضل کوئی خاندان نہ خود حضرت فرماتے تھے  
کہ خدا نے لوگوں کو پیدا کیا تو جو سب اچھے تھے اُنہیں میں سے انور رکھنا  
رہا۔ اور جو خاندان سب سے زیادہ شریف ہوتا اُسی خاندان سے میرے بزرگ

ہوتے رہے لہ حضرت رسول خدا م کے دادا عبد المطلب۔ اُن کے باپ ہاشم اور اُن کے باپ عبد مناف تھے۔ اِن عبد مناف کے کئی بیٹے تھے مگر زیادہ مشہور دو ہوئے۔ ایک حضرت ہاشم۔ دوسرے عبد شمس۔ یہ دونوں حقیقی بھائی جوڑواں پیدا ہوئے۔ اس طرح کہ حضرت ہاشم کے پادوں کا بیٹہ عبد شمس کے ماتھے سے چپکا ہوا تھا جو تلوار سے کاٹا گیا۔ اس اتنا خون بہا کہ عبد شمس سر سے پاؤں تک لہو میں نہا گیا۔ اس پر اُس زمانہ کے کاہنوں اور نجومیوں نے پیشین گوئی کی کہ بہت جلد اِن دونوں کی اولاد میں سخت خون ریزی ہو گی لہ حضرت ہاشم کے بیٹے تھے حضرت عبد المطلب اور عبد شمس کا بیٹا تھا اُمیہ حضرت عبد المطلب کے دو بیٹے زیادہ مشہور ہیں ایک حضرت عبد المذکر دوسرے حضرت ابوطالب۔ حضرت عبد المذکر کے بیٹے ہوئے حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت ابوطالب کے بیٹے تھے حضرت علی علیہ السلام۔ اللہ صلی علی محمد وآل محمد اور اُمیہ کا بیٹا خزب اُس کا بیٹا ابوسفیان۔ اُس کا بیٹا معاویہ۔ اُس کا بیٹا یزید تھا۔ حضرت ہاشم بڑے حوصلہ مند اور سخی تھے۔ حج کے زمانہ میں آپ حاجیوں کی خدمت بادشاہوں کی طرح کرتے خوب کھانا کھلاتے۔ پانی پلاتے اور ہر طرح کا آرام پہنچاتے۔ آپ ایمان قدر مال خرچ کر دیتے کہ تمام عرب میں مشہور ہو گئے۔ اسکے علاوہ بہت زیادہ خیرات کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عرب میں بڑا بھاری قحط پڑا جس سے قریش بھوکوں مرنے لگے تو حضرت ہاشم اپنا بہت سا مال لیکر شام چلے گئے اور آٹے اور روٹیوں کا ڈھیر خرید کر

اوتھوں پر لا دلائے۔ پھر مکہ میں آکر بہت سے اونٹ فوج کئے اور کچھوں اور روٹیوں کو توڑ اور سالن میں بھگو کر لوگوں کو یہاں تک کھلایا کہ وہ خوب سیر ہو گئے۔ اسی وقت سے لوگ نکو ہاشم کہنے لگے جسکے معنی توڑنے والا ہر لہ اللہم صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔ حضرت ہاشم کی عزت۔ نیک نامی اور شہرہ اتنی مشہور ہو گئی کہ بڑی دُور دُور کے لوگ آپ کو ماننے لگے اور بڑے نامی قبیلہ کے لوگ اپنی بیٹی سے انکی شادی کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ یورپ بادشاہ روم بھی (جو عیسائی اور بڑی سلطنت کا مالک تھا) آپکی قدر داں ہو گیا۔ اُس نے خود ایک مرتبہ جناب ہاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ میری ایک لڑکی بڑی خوبصورت سلیقہ مند ہنرور۔ پڑھی لکھی اور کل خوب سے آراستہ ہے آپ سے میں اسکی شادی کرنی چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں نے آپکے اخلاق اور جود و سخاوت کا شہرہ سنا ہے مگر حضرت ہاشم نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا اور اتنے بڑے بادشاہ کے ایسے پیغام کی بھی پروا نہیں کی۔ اللہم صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔ پھر مدینہ کے ایک شہور اور بڑے شریف خاندان کی لڑکی سے شادی کی جس سے عبدالمطلب پیدا ہوئے جو حضرت رسول خدا صلعم کے دادا تھے۔ جناب ہاشم بچے ہی تھے کہ مدینہ میں جناب ہاشم کا انتقال ہو گیا۔ جناب عبدالمطلب کئی سال تک اپنے نانیہال اپنی ماں کی گودی میں پلتے رہے پھر آپ کے چچا مطلب آپکو مکہ میں لائے۔ آپ اپنے قابل فخر باپ کی طرح خود بھی نامور اور مشہور ہو گئے۔ فقیروں

اور غریبوں کو بڑے حوصلہ سے کھانا تقسیم کرتے۔ آپ کے دسترخوان سے چڑیلوں کے لئے بھی کھانا اٹھایا جاتا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر دور تک پھیلا دیا جاتا۔ اسی سے لوگ پکو مطعم الطیر (چڑیلوں کو کھانا دینے والے) بھی کہتے تھے۔ حضرت عبدالطلب ہی کے زمانہ میں مکہ معظمہ کا چشمہ زمزم ظاہر ہوا جو آج تک وہاں چاہ زمزم کے نام سے مشہور ہے اور حاجی وہاں سے پانی بنوگ کے طور پر لاکر تقسیم کرتے ہیں۔ اس چاہ زمزم کو کھود کر ظاہر کرنے کے لئے خدا نے حضرت عبدالطلب کو خواب میں حکم دیا۔ آپ جاگے تو اُس جگہ کھودا وہاں سے یہ کنواں ظاہر ہوا جو آپ ہی کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عبدالطلب کے دس بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں۔ اُن سب میں زیادہ باوقار، معزز اور عقل مند حضرت ابوطالب تھے۔ حضرت عبدالطلب کے ہی میں حضرت رسول خدا صلعم پیدا ہوئے تھے۔ جب حضرت رسول خدا صلعم ۸ سال کے ہوئے تو جناب عبدالطلب نے انتقال کیا۔ حضرت رسول خدا کے والد جناب عبدالسدر پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔ جناب عبدالطلب نے اپنے آخری وقت میں جناب ابوطالب سے فرمایا اے ابوطالب تمہارے حقیقی بھائی عبدالسدر کا بیٹا ہے۔ تم ان کی حفاظت کرنا اور ان کی پرورش میں ذرہ برابر کمی نہ ہونے دینا۔ جناب ابوطالب نے ایسا ہی کیا کہ اپنے بیٹوں سے زیادہ حضرت رسول خدا سے محبت فرماتے تھے۔ اور جناب ابوطالب کی بی بی فاطمہ بنت اسد بھی حضرت کو بہت پیار کرتی تھیں۔ جب حضرت رسول خدا صلعم تیرہ برس

کی عمر میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو جناب فاطمہ بنت اسد بھی رہنے لگی  
 کہیں۔ یہاں کی کوچہ تھے برس (سلسلہ ہجری میں) جناب فاطمہ بنت اسد نے  
 انتقال کیا تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل اپنے گرتہ کا آپیکہ کفن دیا اور  
 آپ پر نماز جنازہ پڑھی جس میں ستر تکبیریں کہیں۔ اور آپی قبر میں خود  
 اترے۔ اُسکے اندر لیٹے اور جب قبر سے باہر نکلے تو حضرت کی ۹۹ نول پکڑ  
 سے آنسو کے دریا بہتے تھے۔ پھر باہر آ کر اپنے دست مبارک سے ہنر  
 مٹی بھی دی۔ جب آنحضرتؐ جناب فاطمہ بنت اسد کے دفن سے فارغ ہوئے  
 تو ایک شخص نے حضرت سے کہا کہ یا حضرت! آپ نے تو اپنی ۹۹ ہنر دی ہیں  
 (فاطمہ بنت اسد) کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو آج تک کسی کے ساتھ نہیں  
 کیا تھا۔ حضرت نے جواب دیا ہاں۔ میری ماں کے مرنے پر انھوں نے مجھے  
 کی طرح بالاد اور مجھ پر ماں کی طرح مہربان تھیں۔ انکے پیار کی دعا تھا  
 کہ جب چچا ابو طالب کا دسترخوان بچھایا جاتا اور ہم سب کھانے کو بیٹھتے  
 تو جناب فاطمہ ہر کھانے سے تھوڑا تھوڑا بچا کر رکھ لیا کرتیں۔ پھر جب  
 وقت میں کیلا ہوتا اور جناب فاطمہ کے اپنے نیٹے کھیلنے کو چلے جاتے  
 سے چھپا کر مجھے وہ چیزیں پھر کھلاتیں۔ اور جب بل نے مجھے خبر دی۔  
 کے حکم سے ستر ہزار فرشتوں نے انکے جنازے پر نماز پڑھی۔ اور میں ستر ہزار  
 اپنے گرتہ کا کفن اس وجہ سے دیا کہ یہ بہشت کے کپڑے پہن لیں۔  
 لے جناب فاطمہ بنت اسد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی بیوی تھیں کیونکہ حضرت فاطمہ کے والد اسد نے  
 دو ستر بیٹے تھے۔ جناب عبدالملک کے بھائی اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ اور میں نے انھیں  
 کیونکہ جناب ابو طالب کی بیوی تھیں ۱۲



انہی قبر میں لے لیا کہ یہ فتنہ قبر کی مصیبت سے بچی رہیں۔ مجھ پر میرے بچا ابوطالب کے بعد دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ احسان میری انہیں۔ عجیب جناب فاطمہ کا تھا۔ اور بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہؑ کی قبر میں لیے تو اُس میں لوٹے تھے۔ روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے خدا آپ کو جزا دے۔ آپ میرے بہترین ماں تھیں۔

بی بیو جس طرح جناب فاطمہ بنت اسد حضرت رسول خدا سے بہت محبت کرتی تھیں اُسی طرح جناب ام سلمہ بھی حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان دیتی تھیں۔ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کو بیٹا کہتی تھیں اور حضرت انکوائی نہیں بلکہ ماں کہتی تھے جب حضرت مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو جناب ام سلمہ آپ کے پاس آ کر بڑی ترپا دے جینی سے ڈاڑھیں مارا کر رکنے لگیں اور حضرت کو خدا کے حوالے کیا رخصت کے وقت فرمایا۔ بیٹا میرے پاس تھوڑی سی مٹی ہے جو تمہارے نایاب خدا نے ایک شیشی میں رکھ کر دی تھی۔ حضرت نے فرمایا اے اماں خدا کی قسم میں اسی طرح قتل کیا جاؤں گا۔ اگر میں عراق کی طرف نہ جاؤں جب بھی لوگ مجھے ضرور قتل کر نیگے۔ پھر حضرت نے بھی تھوڑی سی مٹی ایک شیشی میں رکھ کر جناب ام سلمہ کو دی اور فرمایا اے اماں یہ شیشی کو بھی نہا کی شیشی کے ساتھ ملا کر رکھ لیں۔ جب دونوں شیشیوں کی مٹی خون ہو جائے تو سمجھ جائیگا کہ میں قتل ہو گیا۔ بی بیو! وہ مٹی دیکر حضرت سید الشہداء رخصت ہو گئے۔ اب جناب ام سلمہ ہیں اور مٹی کی وہ دونوں شیشیاں۔ جناب ام سلمہ کے دل پہ چھے کہ امام حسینؑ کی رخت

اپن کر گیا گزری اور کس طرح وہ ایک ایک منٹ بسر کرنے لگیں کہ نہ امام حسینؑ کے ہاں کوئی آدمی آتا ہے۔ نہ کوئی خبر ملتی ہے۔ نہ کوئی حالت معلوم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جناب بن عباس بیان کرتے ہیں ایک روز میں اپنے گھر سو رہا تھا کہ دفعۃً جناب ام سلمہ کے مکان سے زور سے روئے اور چیخنے کی آواز سنائی دی تو نہ بگھڑا نہ ہوا پر لیٹان گھر سے نکلا اور ام سلمہ کے مکان کی طرف گیا۔ جناب ام سلمہ اس درد سے روتی تھیں کہ مدینہ کے بہت سے مرد اور عورتیں بے چین اور حیران ہو کر ان کے ہاں دوڑ پڑیں ایک بھڑک گئی۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو کہا اے ام المؤمنین کیا ہوا آپ کیوں اس طرح تڑپتی اور اس بے چینی سے روتی ہیں؟ مگر حضرت ام سلمہ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ خاندان بنی ہاشم کی عورتوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہنے لگیں۔ بیٹو! فرقہ بگڑ کر دے۔ آؤ میں اور تم سب نکلے روئیں۔ ہاے خدا کی قسم تمہارا آقا مار ڈالا گیا۔ خدا کی قسم جو ان بہشت کا سردار قتل کر دیا گیا۔ خدا کی قسم رسول خدا کا نواسہ فیج ہو گیا۔ حضرت کا خوشہودار بھول مر جھا گیا۔ امام حسینؑ شہید ہو گئے۔ میں نے پوچھا اے ام المؤمنین آپ کیسے معلوم ہوا؟ بولیں میں نے ابھی حضرت رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ آپ بہت پریشان ہیں۔ آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ آپ کے چہرہ ہوا بیاں اڑ رہی ہیں۔ میں نے پوچھا یا حضرت کیوں خیریت تو ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ نہیں اے ام سلمہ۔ ہاے ابھی میرا فرزند حسینؑ اور اس کے عزیز و انصار قتل کر دیئے گئے۔ اے ابن عباس یہ خواب بکھیریں تڑپ گئی

اور آٹھی تو دوڑی ہوئی اُس کو ٹھری میں گئی۔ جہاں وہ دونوں شیشاں  
کھینچیں۔ مگر تو اس تک درست نہیں تھے۔ ہائے شیشوں کو نکال کر دکھا  
تو بڑوں میں خون تازہ جوش مار رہا تھا۔ بس یقین ہو گیا کہ حسین قتل کر دیئے  
گئے۔ پھر اُس سلسلہ نے وہ شیشاں کھولیں اور اُنکا خون لیکر اپنے پورے  
سینہ پر مل لیا اور ماتم کرنا شروع کیا۔

بی بی مدنیہ میں تو یہ کہرام بپا تھا لیکن اُس وقت کربلا میں کیا ہو رہا تھا۔  
ایک شاعر نے زبان حال میں لکھا ہے کہ اُس وقت اشقیاء

کسی کو نیزہ کسی کو تلوار پختے تھے	حرم حسین کے سب یا علی اُچھارتے تھے
عجز کی عمر سے تا وقت شام دادیلا	جھلے تھے اور لٹے تھے خیام آل عبا
حرم کو لا کے نظر بند ظالموں نے کیا	خوشی کی نوبتیں بجتی تھیں فوج میں جا
گر یہ آتی تھی آواز شادی سے	ہزار حیف اُٹھے پنچتن زمانے سے
شہد ہو گئے جب رن میں سید والا	تو لٹ کے قافلہ بیوؤ کا بلوہ میں آیا
بلا کے شیشوں کو ابن سعد نے یہ کہا	کہ فتح نامے لکھو جلد جلد ہر اک جا
ہر ایک نامی میں ہو منہج ہی مطلب	حسین قتل ہوئے بے روا ہوئی زینب
نہ لایا دھیان میں خیر النساء کے بچے کو	ہنال فاطمہ کاٹے ہنال ہونے کو
اور جیموں کے لٹنے کی حالت شاعر نے اس طرح لکھی ہے	

وہ خیمہ امام اُمم عرشِ قشام	جسں ستارے لیتے تھے بچے ملک تمام
پیرِ فلک ادب سے سدا کرتا تھا سلام	درا نہ آئے ہا غصبا سیرا ہل شام
ایک ایک نہ جان کا خریدار ہو گیا	بالکل گھر اہلبیت کا بازار ہو گیا

خیمہ میں بھر گئے جو ستم گار جاہل بجا  
اس طرف اہل حرم فریاد کرتے تھے۔ اور اُس طرف سے  
انبوہ خاص عام تھا خیمہ کے دریا  
عابد کا فرش کھینچتا تھا کوئی بدگماں  
بنتِ حسین بالوں سے چہرہ چھپاتی تھی  
بھر بھر کے آنسو آنکھوں میں کتنی تھی دھڑ  
سیلی لگانے بہر خدا نکلوا دلعین  
ہلتا ہو عرشِ شن کے دہائی سکینہ کی  
اہل حرم کو بھول گئی مرگ اقربا  
لیتا تھا کوئی مسندِ پیغمبر زماں  
ایک چھینتا تھا بالی سکینہ کی بالیاں  
کانوں پہ دونوں ہاتھ دھرتے تھرتی تھی  
اے شمر تجکو پاس بنی فاطمہ نہیں  
اتو ہیں نیلگوں مگر خسارِ نازنین  
اوپر ادب کھینچ کلائی سکینہ کی

مجلد ۱۵  
محرم کے پانچویں دن کی جہیں حضرت  
پندرہویں سال رسولِ صلعم کے معجزہ قرآن مجید اور عمران  
اور چند دوسرے معجزوں اور حضرت کے مکہ و مدینہ ہجرت کرنا  
بیان۔ اور حضرت کے جہادوں کی مختصر فہرست اور آخر  
میں جنابِ حرم کی شہادت کا ذکر ہے۔ اُس کے  
بعد نوحہ کے لائق چند شعر بھی لکھے گئے ہیں۔

رَبِّهِمُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ - خدایا ہے دَا اُنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی  
عَبْدِنَا فَاَنْتُمُ الْيَسُوْرَةُ مِنْ مِّثْلِهِ وَاَدْعُوْا شُهَدَاَكُمْ مِنْ دُوْنِ الْاٰلِ



بنالیں اور تم ایک سورہ بھی نہ بنا سکو۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ یہ قرآنِ حق کا بھی بنایا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ خدا ہی کا بنایا ہے۔ اور خدا نے حضرت رسولؐ کو کافروں کے لئے قرآن کا معجزہ ایسے دیا کہ جب حضرت پیغمبرؐ بنا کر بھیجے گا اُس وقت عرب میں شعر و شاعری کا بڑا چڑچاہتا تھا۔ اور عرب کو لگتی تھی کہ بلاغت پر بہت ناز کرتے تھے۔ انکو اپنی زبان کا اتنا فخر تھا کہ اپنے مقابلہ میں دنیا بھر کے لوگوں کو گونگا جانتے تھے۔ اُن کے ہاں عمدہ شعر کہنا خوب جوش پیدا کرنے والا خطبہ بیان کرنا۔ جادو بیانی سے تقریر کر دینا ایک معمولی بات تھی۔ اُنکی لڑکیاں اور لونڈیاں بھی جڑبہتہ ایسے اچھے شاعر کہ لیتی تھیں کہ آج کل کے بڑے بڑے لکھے لوگ خوب غور و فکر کے بعد بھی ویسے شعر نہیں کہہ سکتے۔ ایسی حالت میں خدا نے عین الضاف کے مطابق حضرت رسولؐ کو دو سر معجزوں کے ساتھ یہ مضبوط کھلا ہوا اور قیامت تک سننے والا معجزہ بھی عطا فرمایا کہ انھیں کافروں کی زبان میں ہی ایسی کتاب تاراج کی ایک یت کا مثل بھی وہ نہ لاسکے اور آج تک عرب کے کافروں یا دوسرے ملکوں کے یہود و نصاریٰ کو بھی اسکی ہمت نہیں ہوئی کہ قرآن کا جواب بنا سکیں اللہُمَّ صَلِّ عَلَیْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ خدا نے حضرت رسولؐ کو قرآن کے سوا بھی کئی معجزے دیئے تھے کہ آپ روشنی میں کھڑے ہوتے چلتے تو سایہ نہیں پڑتا تھا۔ دھوپ میں چلتے تو بادل آپ کے سر پر سایہ کئے رہتا۔ آپ کی پیٹھ پر مہرِ نبوت تھی۔ جس کا نور بہت زیادہ چمکتا رہتا۔ آپ نے اُنکلی سے چاند کو اشارہ کیا تو اسکے دو

ٹھکے ہو گئے۔ آپ کو معراج ہوئی جس کا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت کی پیغمبری کے بارہویں برس، ۲۷ رجب کی رات کو جب حضرت جناب بیڑ کی بہن اُم ہانی کے گھر میں جانناز پر تھے اور سونے کا انتظام کر رہے تھے اور سب لوگ غلابہ میں تھے جناب جبریلؑ حضرت رسولؐ کے پاس آئے اور اٹھا کر آپ کے خانہ کعبہ میں لے گئے اور ایک ہشتی جانور پر جس کا نام براق تھا سوار کر کے مسجد اقصیٰ میں لے گئے جو بیت المقدس میں ہے۔ وہاں سب پیغمبرؑ کی اروحوں سے ملاقات ہوئی اور حضرت نے سب کے ساتھ نماز پڑھی اس طرح آپؐ نماز پڑھائی اور ان لوگوں نے آپؐ کے پیچھے پڑھی۔ وہاں روانہ ہو کر حضرت سدرائے بہارؑ جو ساتویں آسمان پر ایک درخت ہے۔ یہاں حضرت جبریلؑ رہ گئے اور حضرت سے عرض کی کہ اگر میں یہاں بال بھر آگے بڑھوں تو میرے بال ویرجہ کی روشنی سے جل جائیں۔ یہاں براق بھی رہ گیا۔ اور حضرت ایک تخت پر جبکہ رؤف کہتے ہیں اوپر کو روانہ ہوئے اور عرش خدا کے قریب پہنچے یہاں حضرت نے جو دیکھا سو دیکھا۔ اور جو سنا سو سنا۔ اسی معراج میں حضرت نے بہشت اور دوزخ کی بھی سیر کی اور ہر اُمت کا مقام ملاحظہ فرمایا۔ اور پھر آن کی آن میں واپس کر اپنے گھر پہنچ گئے اَللّٰہُ صَلَّی عَلَی الْحَمَّیْدِ دَا لِحَمَّیْدٍ بعض مسلمانوں نے اس بات میں جو اختلاف کر دیا کہ حضرت معراج میں اپنے بدن سمیت گئے تھے یا آپ کو پہنچا خواب ہوا تھا یعنی جسمانی معراج ہوئی یا روحانی مگر سچا نہ مہیا ہو

کہ حضرت اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر تشریف لگے اور اسی سے معجزہ  
ہے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ صَلَّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ**  
حضرت رسو خدا ۱۳ برس تک بی وطن مکہ معظمہ میں لوگوں کو اسلام  
کی طرف بلاتے رہے مگر بہت کم مسلمان ہوئے زیادہ تر حضرت کی مخالفت کرتے  
اور حضرت سب ظالموں پر صبر کرتے رہے جب تک حضرت ابوطالب اور  
حضرت خدیجہ زندہ تھیں خیریت تھی کہ ان دونوں کی مدد حضرت کا  
غلط ہوتا مگر حضرت کے پیغمبر ہونے کے دسویں برس دونوں بزرگوں کا انتقال  
ہو گیا۔ تب تک فروع کا ظلم اور زیادہ ہوا۔ تیرہویں برس خدا کا حکم آیا  
ہوا کہ اپنی جگہ اپنے بھائی حضرت علی کو سلا کر مدینہ کی طرف ہجرت کر دو۔  
حضرت نے ایسا ہی کیا۔ حضرت علی علیہ السلام بڑی خوشی سے حضرت سے  
جگہ سوئے اور جناب رسو خدا ۱۴ راتوں رات مدینہ کی طرف چلے گئے۔  
وہاں حضرت کی بڑی عزت اور تعظیم کی گئی۔ جس سال حضرت مدینہ پہنچے  
اُسی سال مسلمانوں کا ہجری سال شروع ہوا جو حساب آج تک مسلمانوں  
میں قائم ہے۔ مدینہ پہنچنے کے دوسرے سال یعنی سلسلہ ہجری میں حضرت رسو خدا  
نے اپنی اکلوتی اور پیاری بیٹی جناب سیدہ کا نکاح خدا کے حکم سے حضرت  
امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔ حضرت کو مدینہ میں قوت حاصل ہوئی  
اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے تو حضرت کے دشمن اور زیادہ چلنے لگے۔  
جس پر حضرت سے لڑائی پھڑکنی سلسلہ ہجری میں مکہ معظمہ کے کافر مشرک



حضرت سے لڑے جبکہ غزوہ بدر کہتے ہیں اور جس میں مسلمانوں کو بڑی فتح اور  
 کافروں کو بڑی شکست ہوئی۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے سُنہِ ہجری میں پھر  
 مکہ معظمہ کے کافروں نے حضرت پر حملہ کیا۔ اس لڑائی کو غزوہ اُحُد کہتے ہیں۔  
 اس میں حضرت کو فتح ہو چلی تھی مگر مسلمان ٹوٹ کے لاپتہ میں ایک جگہ سے ہٹ گئے  
 جس لڑائی کا رنگٹ مل گیا اور مسلمان ہار گئے۔ حضرت رسول خداؐ زخمی ہوئے  
 اور آپ کا ہونٹ کٹ گیا۔ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ بڑے بڑے  
 صحابہ بھاگ گئے۔ اگر حضرت علیؑ علیہ السلام اپنی جان پر کھیل کر حضرت  
 رسول خداؐ کی مدد نہ کرتے تو حضرت کا بچنا بھی مشکل تھا۔ سُنہِ ہجری ۴ ماہ  
 رمضان میں حضرت امام حسنؑ پیدا ہوئے۔ سُنہِ ہجری میں بھی کئی لڑائی ہوئی  
 اس سال حضرت امام حسینؑ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ سُنہِ ہجری میں غزوہ خندق  
 ہوا۔ اس جنگ میں بھی مسلمان ہارنے کے قریب تھے مگر حضرت علیؑ نے دشمن  
 کے سردار عمرو بن عبیدہؓ سے مقابلہ کیا اور اس کو قتل کر دیا جس سے دشمن  
 ہار گئے۔ سُنہِ ہجری میں حضرت حج کے ارادہ مسلمانوں کے ساتھ مکہ معظمہ  
 کی طرف چلے۔ مگر مکہ والوں سے صلح حدیبیہ کر کے واپس تشریف لائے۔ سُنہِ ہجری  
 میں غزوہ خیبر بہت بڑی لڑائی یہودیوں سے ہوئی۔ ایک مہینہ تک لڑائی  
 ہوتی رہی۔ مسلمانوں کی طرف سے جو سردار جاتا ہار کر واپس آتا۔ آخر حضرت  
 علیؑ نے یہودیوں کے بڑے بہادر حرب کو قتل کر کے خیبر فتح کر لیا اور خیبر کے  
 قلعہ پر پہنچ کر اس کا لہے کا دروازہ ہاتھ سے اُکھاڑ لیا اور اُس کو اپنی  
 سپر بنالیا۔ اُس دروازے کے اُکھاڑنے سے قلعہ میں لیسالہذہ پیدا ہوا

کہ وہاں کے سردار کی بیٹی صفیہ تخت سے گر پڑی اور اُس کا مُنہ زخمی ہو گیا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے خیبر کے در کو ہاتھ میں لیکر خندق کا پُل بنا دیا کہ مسلمان اُس پر گزر کر قلعہ میں داخل ہو گئے لے اور جنگ سے فارغ ہو کر اُس پُل کو پیٹھ کے پیچھے بھینکا کہ ۲۰ گز کے فاصلہ پر جا کر گرا پھر چالیں آدھیوں چاہا کہ اُس پُل کو اٹھا دیں تو نہ اٹھا سکے اہل بیتؑ نے سہ ہجری میں موتہ کی لڑائی ہوئی۔ اس میں حضرت علیؑ کے بڑے بھائی جنابِ نبیؑ کے شہر حضرت جعفر طیار شہید ہوئے۔ اسی سال ماہ رمضان میں آنحضرت صلعم دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ کو فتح کیا۔ اسی سال شوال میں جنگِ حنین ہوئی جس میں بھی کافروں کو شکست اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ ۹ ہجری میں جنگِ تبوک ہوئی جو مدینہ سے بہت دور ایک جگہ ہے مگر اس میں لڑائی نہیں ہوئی۔ ۱۰ ہجری کے ماہ ذی الحجہ میں حضرت نے آخری حج کیا۔ اور واپسی میں غدیر خم پر پہنچ کر خدا کے حکم کے مطابق پھر سب حاجیوں سے سنا کر کہہ دیا کہ میرے بعد حضرت علیؑ میرے خلیفہ ہونگے ۱۱ ہجری کے آخری مہینہ میں ۲۴ ذی الحجہ کو خزان کے پاؤں میں مدینہ میں مباہلہ کرنے آئے حضرت رسولؐ صلعم جنابِ امیرؑ جنابِ سیدہؑ اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کو لیکر مباہلہ کرنے نکلے مگر پاؤں ان حضرات کی نورانی صورت دیکھتے ہی گئے اور کہا کہ یہ تو وہ صورتیں ہیں جو خدا چاہا ہیں تو خدا پہاڑوں کو ان کی جگہ سے

ہٹا دے۔ مباہلہ کی ہمت نہ کی صلح کر کے واپس چلے گئے۔ اہل بیتؑ نے ۱۰ سالہ ہجری  
 ماہ سفر میں حضرت رسول خدا صلعم نے دنیا سے انتقال کیا اور اہلبیت پر  
 ایسے مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جن کا سلسلہ کربلا تک پہنچا۔ کئی  
 نے خلیفہ ہو ہی حضرت امام حسینؑ کے قتل کا حکم دیا۔ ابن زیاد نے حرؑ  
 کو حضرت کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ حرؑ نے آکر حضرت کو راہ میں کا  
 اور کربلا تک ساتھ ساتھ آئے۔ روز عاشورا جب نے دیکھا کہ عمر بن  
 سعد کا پورا ارادہ حضرت لڑنے ہی کا ہی تو اُس سے کہا ”کیوں عمر بن  
 کیا، احمق تیرا ارادہ حضرت سے لڑنے کا ہی؟ اُس نے کہا ہاں خدا  
 کی قسم اتنی سخت لڑائی ہوگی کہ لوگوں کے سر اڑتے اور بازو گرتے  
 نظر آئیں گے۔“ حرؑ نے کہا ”حضرت جو فرماتے ہیں کیا تم لوگ اُس راضی  
 نہیں ہو سکتے؟“ عمر بن سعدؑ کہا ”اگر میرا اختیار ہوتا تو میں مان جاتا  
 لیکن ابن زیاد کسی طرح منظور نہیں کرتا“ یہ سن کر حرؑ اپنی جگہ سے بڑھے آگے  
 آکر ایک جگہ کھڑے ہوئے۔ اور ایک شخص قرۃ پوچھا کیوں قرۃ! تم نے آج  
 اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہی؟ کہا ”ابھی تو نہیں۔“ حرؑ نے پوچھا اگر اب تو  
 پلایا دے گئے؟ مطلب کہ تم لوگ تو اپنے گھوڑوں تک کو پانی پلاؤ اور رسول خدا کے  
 نواسے اور ان کے ننھے ننھے بچے تین دن کی پیاس سے تڑپ رہے ہیں سکے بعد  
 حرؑ آہستہ آہستہ ہوئے امام حسینؑ کے لشکر کی طرف چلے۔ اس وقت ان کے  
 بدن میں ایسی تھر تھری پڑی تھی کہ ان کے کاندھے کا گوشت پار کی طرح



یادگار حضرت بادالعلوم طالب  
 اور مصنفانہ بنظر کتاب اسلام النجاشی مسئلہ الحجاب خیر زمانہ  
 دینی السی دلیلیں جمع فرمائی ہیں جن میں کئی تر و تریوں ہو سکتا اور انیس کے کل تقابلی و تقابلی اعتراضات کا  
 تسفی بیش معقول جواب بھی تحریر فرمایا ہو۔ اس مسئلہ پر آج تک صحاح و کتب دوسری کتابیں نہ لکھی گئیں۔ بل  
 بخت اثر میں بہت عداوت برپا تھی جو قیامت صرف بعد جلد طلبہ زائے نے زکیر اس نعمت پر ہم کو  
 نہیں پاسکتے۔ پتہ :- عسکری بہادر محافظہ کنگڑا سلطان المدارس لکھنؤ۔

استاذ عظیم امین  
 جسے تمام مجتہدین کرام و اہل علم حضرت امین مدنی نے فرما کر تعریف کی ہے حقیقت امامت میں کے مستور ترین  
 اور انہوں کا جواب فلسفیانہ انداز میں لکھا ہو۔ کاغذ - دبیر نکلیا۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔  
 قیمت پہلے سے کم شدہ مصلی کا پتہ :- سید حسین علی کڑوی جن اتحادہ منہیں قطعہ لکھنؤ ہوا

جلد ہی مجھے آئی کہ معلوم ہو کہ صاحب الملک انوار امین علیہ السلام صاحبان سنہ ۱۳۸۵ھ  
 کا کچھ لے سکتے۔ آٹھ شریک لکچر کی کتابیات مینا تے بیچوں کے علاوہ کچھ دوسری کتابیات کی  
 حمایت میں ان کو کوشش کی تھی۔ اگرچہ اس کی جواب ہو مگر وہ فی جواب صاحب کا حقیقی بیانی  
 جہاں کہ ہو سلید حسن رضا اول لعلقہ دار و ظیفہ باب حیدر آباد دکن ایم ایم تعالیٰ کے متفقہ جواب  
 آتے حکمت میں ہر وہ شخص کو اس جو ایک فوقیت کر رہی ہے۔ جلد اول ہاتھوں ہاتھ  
 مکمل کر ختم ہو گئی۔ دوسری جلد کے درجے میں۔ یہ البتہ مل سکے ہیں۔ یہ دونوں  
 مجھے بہت اہم ہیں۔ جو مباحث جلد اول میں لکھے گئے ان کی تشریح اور اسناد ان دونوں  
 حصوں میں دے گئے ہیں۔ بغیر ان دونوں حصوں کے جلد اول تشنہ بلکہ گویا  
 بیکار ہو۔ جو حضرات پہلی جلد منگا چکے ہیں وہ فاصلہ دوسری جلد کے دونوں حصوں کو بھی  
 ضرور منگائیں۔ قیمت فی حصہ صرف ص (پانچ روپیہ)

ملکی کاپی جناب مولیٰ امین حسن رضا اول لعلقہ دار و ظیفہ باب حیدر  
 چادر گھاٹ حیدر آباد دکن  
 (سہرہ جمعہ سے ملے اصرار دیکھ اس جگہ)

۱۹  
 سہرہ جمعہ





